ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

48

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

مسلسل اشاعت کا
31 واں سال

تنظیم اسلامی کا ترجمان

18 تا 24 جمادی الاولیٰ 1444ھ/ 13 تا 19 دسمبر 2022ء

زندہ اور متحرک ایمان

اسلامی نظریۂ کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ انسان کے دل و دماغ میں انقلاب پہلے پیدا کرتا ہے اور بعد میں پھر خارج میں اس کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ دوسرے خود ساختہ نظریات کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ وہ خارج میں تبدیلی کا منصوبہ تو پیش کرتے ہیں لیکن اندرون سے کوئی بحث نہیں کرتے۔ شاخوں پر تو تیشے چلاتے ہیں لیکن جڑ کو آزاد چھوڑ دیتے ہیں۔ پھوڑے پھنسیوں پر نشتر زنی کرتے ہیں، لیکن فسادِ خون کا علاج نہیں کرتے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ برائی ایک جگہ دب جاتی ہے لیکن دوسرے نئے مقامات سے اُبھر آتی ہے۔ لیکن اسلام سب سے پہلے ایمان و اصلاح پر زور دیتا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی دعوت کا آغاز ایمان سے کرتے ہیں۔ سب سے پہلے اللہ کی محبت اور اس کا خوف دلوں میں بٹھاتے ہیں اور غیر اللہ کی محبت اور خوف کو نکالتے ہیں اور جب اللہ کی محبت دل میں بسیرا بنا لیتی ہے تو فکر و نظر کا پیمانہ بدل جاتا ہے۔ سوچنے سمجھنے کے انداز میں تبدیلی آجاتی ہے۔ رجحان اور نقطۂ نظر تبدیل ہو جاتا ہے اور انسان کی پوری شخصیت میں انقلاب آجاتا ہے۔

تاریخ دعوت و جہاد
عبداللہ فہد فلاحی

اس شمارے میں

سقوطِ ڈھاکہ: ذمہ دار کون؟
امت مسلمہ کی فضیلت و فرائض
دین میں صلۂ رحمی کی اہمیت
کیا نظامِ باطل میں اطاعتِ رسولؐ ممکن ہے؟ (6)
پاکستان کی بدلتی سیاسی، معاشی اور عسکری صورتِ حال
تازہ ہوا کا ایک جھونکا

قومِ ہودؑ کی بے حسی

سُورۃُ الشُّعَرَاء — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — آیات:136تا 140

قَالُوۡا سَوَآءٌ عَلَیۡنَاۤ اَوَعَظۡتَ اَمۡ لَمۡ تَکُنۡ مِّنَ الۡوٰعِظِیۡنَ ﴿۱۳۶﴾ اِنۡ ھٰذَاۤ اِلَّا خُلُقُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۱۳۷﴾ وَمَا نَحۡنُ
بِمُعَذَّبِیۡنَ ﴿۱۳۸﴾ فَکَذَّبُوۡہُ فَاَھۡلَکۡنٰھُمۡ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ؕ وَمَا کَانَ اَکۡثَرُھُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۳۹﴾ وَاِنَّ رَبَّکَ
لَھُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ﴿۱۴۰﴾

آیت ۱۳۶: ﴿قَالُوۡا سَوَآءٌ عَلَیۡنَاۤ اَوَعَظۡتَ اَمۡ لَمۡ تَکُنۡ مِّنَ الۡوٰعِظِیۡنَ ﴿۱۳۶﴾﴾ ”انہوں نے جواب دیا کہ (اے ہود) ہمارے لیے برابر ہے خواہ تم وعظ کرو یا نہ کرو۔“

آپؑ کے اس وعظ کا ہم پر کچھ اثر نہیں ہوگا‘ ہم آپ کے کہنے پر اپنے عقائد اور اپنے باپ دادا کے طریقوں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں۔

آیت ۱۳۷: ﴿اِنۡ ھٰذَاۤ اِلَّا خُلُقُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۱۳۷﴾﴾ ”یہ کچھ نہیں مگر پہلے لوگوں کی باتیں۔“

آپؑ ہمارے سامنے پرانے زمانے کی باتوں اور فرسودہ روایات کو دہرا رہے ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ باتیں تو بس یوں ہی چلی آئی ہیں۔

آیت ۱۳۸: ﴿وَمَا نَحۡنُ بِمُعَذَّبِیۡنَ ﴿۱۳۸﴾﴾ ”اور ہمیں کوئی عذاب نہیں دیا جائے گا۔“

یہ آپؑ خواہ مخواہ ہم پر دھونس جما رہے ہیں‘ ہم پر کوئی عذاب وغیرہ آنے والا نہیں ہے۔

آیت ۱۳۹: ﴿فَکَذَّبُوۡہُ فَاَھۡلَکۡنٰھُمۡ ؕ﴾ ”چنانچہ انہوں نے اُسؑ کو جھٹلا دیا‘ تو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا۔“

﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ؕ وَمَا کَانَ اَکۡثَرُھُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۳۹﴾﴾ ”یقیناً اس میں ایک بڑی نشانی ہے۔ لیکن ان کی اکثریت ایمان لانے والی نہیں ہے۔“

آیت ۱۴۰: ﴿وَاِنَّ رَبَّکَ لَھُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ﴿۱۴۰﴾﴾ ”اور (اے نبی ﷺ!) آپ کا رب زبردست ہے‘ نہایت رحم فرمانے والا۔“

درسِ حدیث: نیکی اور بُرائی کی کسوٹی

عَنِ ابۡنِ مَسۡعُوۡدٍ ؓ قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِرَسُوۡلِ اللّٰہِ ﷺ کَیۡفَ لِیۡ اَنۡ اَعۡلَمَ اِذَا اَحۡسَنۡتُ وَاِذَا اَسَأۡتُ ؟ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: ((اِذَا سَمِعۡتَ جِیۡرَانَکَ یَقُوۡلُوۡنَ قَدۡ اَحۡسَنۡتَ فَقَدۡ اَحۡسَنۡتَ وَاِذَا سَمِعۡتَھُمۡ یَقُوۡلُوۡنَ قَدۡ اَسَأۡتَ فَقَدۡ اَسَأۡتَ)) (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا مجھے کیسے پتہ چلے کہ میں نے اچھا کام کیا ہے یا بُرا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جب تو اپنے پڑوسیوں سے سنے کہ تو نے اچھا کام کیا ہے تو یقین جان لے کہ فی الواقع تو نے اچھا کام کیا ہے اور جب تو اپنے پڑوسیوں کو یہ کہتے سنو کہ تو نے بُرا کیا ہے تو تجھے سمجھ لینا چاہیے کہ تو نے یقیناً بُرا کیا ہے۔“

تشریح: ہر شخص کے نیک یا برے ہونے کی متعلق بے لاگ رائے صرف اس کے ہمسائے کی ہو سکتی ہے پڑوسی بتا سکتا ہے کہ فلاں شخص کے اخلاق کیسے ہیں؟ وہ لین دین میں کیسا ہے؟ وہ رحمدل ہے یا بدخو اور سنگدل ہے؟ تقویٰ کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ انسان اپنے غریب رشتہ داروں اور ناداروں اور نادار ہمسایوں سے بے رخی نہ برتے‘ انہیں حقیر نہ جانے۔

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سقوطِ ڈھاکہ: ذمہ دار کون؟

سبکدوش ہونے والے آرمی چیف قمر جاوید باجوہ نے GHQ میں اپنے الوداعی خطاب میں کہا تھا کہ سقوطِ ڈھاکہ ہماری عسکری شکست نہیں تھی بلکہ ایک سیاسی شکست تھی جو سیاست دانوں میں کشیدگی اور مخالفت کی وجہ سے ہوئی۔ ہماری رائے میں پاکستان کے ایک بازو کا صرف چوبیس سال کی قلیل مدت میں ٹوٹ کر الگ ہو جانا بالعموم تو ساری قوم کی اجتماعی غلطیوں بلکہ اجتماعی گناہوں کا نتیجہ تھا، کیونکہ کسی نے بھی اپنی ذمہ داری ادا نہ کی اور نہ ہی کسی کی بھی طرف سے پاکستان کی بقا، سلامتی اور استحکام کے حوالے سے کوئی قابل ستائش بلکہ قابلِ قبول اقدام کیے گئے۔ لیکن ظاہر ہے کہ جس جس کو جتنا اختیار اور قوت حاصل تھی اُتنا ہی وہ قصوروار تھا۔ بلاشبہ عوام کے پاس اجتماعی قوت ہوتی ہے لیکن اس قوت کو بھی بااختیار اور طاقتور حلقے اکثر و بیشتر اپنے مفادات کے حصول کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ گویا قوت عوام کی استعمال ہو رہی ہوتی ہے، مقاصد کسی اور کے پورے ہو رہے ہوتے ہیں۔ لہٰذا عوام کا زیادہ سے زیادہ قصور یہ گردانا جا سکتا ہے کہ اُن میں شعور اور علم کی کمی ہے اور اپنے معاملات اور مفادات کا صحیح ادراک ہی نہیں ہے۔ اشرافیہ کہہ لیجیے یا لیڈر کہہ لیں کسی نہ کسی صورت میں عوام اُن کی رہنمائی کے محتاج ہوتے ہیں۔

پاکستان میں درحقیقت مغرب اور امریکہ سے درآمد شدہ سرمایہ دارانہ نظام اور جمہوری طرزِ حکومت کا چل چلاؤ ہے۔ ہم نے چل چلاؤ کے الفاظ اس لیے استعمال کیے ہیں کیونکہ انتہائی استحصالی سرمایہ دارانہ نظام اور اُس کی پروڈکٹ مغربی جمہوریت کو بھی بدترین انداز سے ہم نے خود پر نافذ کیا ہوا ہے۔ گویا ستیاناس کا سوا ستیاناس کر دیا ہے۔ پہلے نو سال ہم آئین ہی نہ بنا سکے۔ 1956ء تک پاکستان ایک بلا آئین ریاست تھی۔ 23 مارچ 1956ء کو پہلا آئین بنا مگر اڑھائی سال کی عمر میں چل بسا اور یہ کلی بن کھلے مرجھا گئی۔ ایک فوجی آمر نے اُسے اپنے بھاری بوٹوں تلے روند ڈالا۔ پھر 1962ء میں ایک ذاتی آئین بنا لیا، لیکن پھر جب 1969ء میں ایوب خان راہی عدم اقتدار ہوئے تو اپنے بنائے ہوئے آئین کو بھی زمین بوس کر کے اقتدار سپیکر قومی اسمبلی کو منتقل کرنے کی بجائے اپنے آرمی چیف کو منتقل کر دیا۔ اب پاکستان ایک ایسے تازہ دم جرنیل کے حوالے تھا جس کے ہوش و حواس بھی سورج ڈھلنے کے ساتھ ڈھلنا شروع ہو جاتے تھے اور جوں جوں رات کی تاریکیاں گہری ہوتی جاتی تھیں اور تھکے ماندے عوام نیند کی آغوش میں سکون حاصل کرنے لگتے تب ایوانِ صدر جاگ اٹھتا بلکہ جگمگانے لگتا۔ اس کے آگے کچھ عرض کرنے سے ہمارے پَر جلتے ہیں۔ لہٰذا

ہفت روزہ — لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
18 تا 24 جمادی الاولیٰ 1444ھ جلد 31
13 تا 19 دسمبر 2022ء شمارہ 48
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹ کوڈ 53800
فون: (042) 35473375-78
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 20 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 800 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (14300 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (10800 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

واپس ایوبی دور کی طرف آجاتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ فیلڈ مارشل ایوب خان نے پاکستان کے مطلق العنان حکمران کی حیثیت سے پاکستان کو ایک مضبوط اقتصادی ریاست بنا دیا تھا۔ بھارت کیا چین اور شمالی کوریا جیسے ملک بھی پاکستان کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ لیکن جو کردار ایوب خان نے پاکستان کے حوالے سے ادا کیا تھا ہمیں اُس کی مماثلت تاریخ ہند میں مغلوں کے بانی ثانی اکبر اعظم سے نظر آتی ہے۔ اکبر کو مؤرخین بیک وقت مغلوں کا عظم ترین اور مضبوط ترین حکمران مانتے ہیں اور اسی اکبر اعظم کو مغلوں کے زوال کی بنیاد رکھنے والا بھی قرار دیتے ہیں (اس کی تفصیل کا موقعہ نہیں)۔ اِسی طرح ایوب خان کو بھی پاکستان کی ترقی کے حوالے سے بہترین حکمران قرار دیا جاسکتا ہے لیکن یہ دلیل بھی اچھی خاصی وزنی ہے کہ پاکستان کی تباہی و بربادی کا آغاز بھی ایوب خان کی حکمرانی سے ہوا۔

جب 1971ء کی جنگ ہوئی جس کا نتیجہ سقوطِ ڈھاکہ کی صورت میں نکلا تو یحییٰ خان ایک فوجی آمر اور ایوب خان کے جانشین کی حیثیت سے پاکستان پر مسلط تھا اور افواجِ پاکستان کا سربراہ تھا۔ گویا پاکستان کے تحفظ اور سلامتی کے حوالے سے فوج اصلاً اور حقیقتاً ذمہ دار تھی۔ سیاسی باگ ڈور بھی اُس کے ہاتھ میں تھی۔ لہٰذا حالیہ سبکدوش ہونے والے آرمی چیف کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ فوج سقوطِ ڈھاکہ کی ذمہ دار نہیں تھی بلکہ سیاست دان باہمی جنگ وجدل کی وجہ سے اس کے ذمہ دار تھے۔ لیکن اس کا ہرگز ہرگز یہ مطلب بھی نہیں کہ سیاست دان بالکل ذمہ دار نہیں تھے بلکہ ہمیں یہ کہنے میں بھی کوئی باک نہیں کہ سیاست دان اگر برابر کے ذمہ دار نہیں تھے تو کم ذمہ دار بھی نہیں تھے۔ پاکستان پیپلز پارٹی اور اُس کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو کا رویہ اور سوچ یہ تھی کہ قومی اسمبلی میں عوامی لیگ سے کم نشستیں ہونے کے باوجود اُنہیں اقتدار میں پورا پورا حصہ ملنا چاہیے اور ہر قیمت پر ملے، چاہے ملک کا کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہو جائے۔ حالانکہ اُن کے سیاسی نعروں میں سے ایک یہ بھی تھا ”جمہوریت ہماری سیاست ہے“ لیکن وہ جمہوریت پر بھی خطِ تنسیخ پھیر کر اقتدار حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اُنہوں نے اپنا دستِ تعاون اپنے جمہوری اور سیاسی حریف شیخ مجیب الرحمٰن کی طرف بڑھانے کی بجائے فوجی آمر سے ساز باز کی تاکہ اُنہیں اقتدار میں برابر کا حصہ ملے۔ پھر یہ کہ اگرچہ PPP نے اس کی تردید کی ہے، لیکن اُن پر یہ الزام بھی تھا کہ اُنہوں نے ”اُدھر تم اِدھر ہم“ کا نعرہ لگایا تھا۔

بہرحال یہ تو ریکارڈ پر موجود ہے کہ ایک عوامی جلسہ میں یہ للکار لگائی تھی کہ ”میری پارٹی کا جو ممبر قومی اسمبلی ڈھاکہ میں ہونے والے سیشن میں شرکت کے لیے جائے گا میں اُس کی ٹانگیں توڑ دوں گا“۔ فوجی حکومت سے بھٹو کی ساز باز تھی لہٰذا قومی اسمبلی کا ڈھاکہ میں ہونے والا سیشن ملتوی کر دیا گیا جس کے ردِعمل میں مشرقی پاکستان میں ہنگامے شروع ہوگئے۔ باقی تاریخ ہے کہ کس طرح 16 دسمبر 1971ء کے سیاہ دن پاکستان دولخت ہوگیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر بھٹو اپنی شکست تسلیم کرتے اور جمہوری قواعد کے تحت عوامی لیگ کے سربراہ شیخ مجیب الرحمٰن کو وزیر اعظم پاکستان تسلیم کر لیتے تو آج ہماری تاریخ ہی نہیں جغرافیہ بھی شاید مختلف ہوتا اور سقوطِ ڈھاکہ کے حوالے سے سیاست دانوں کا دامن داغدار نہ ہوتا۔

سقوطِ ڈھاکہ کے حوالے سے فوج اور سیاست دانوں کے علاوہ بھی ایک کردار ہے جس سے اکثر صرفِ نظر کر لیا جاتا ہے حالانکہ ہماری رائے میں اس ادارے یا شعبہ نے بھی 1971ء میں ہونے والی ذلت آمیز شکست وریخت میں بھرپور کردار ادا کیا تھا اور وہ ہے ہماری سول بیوروکریسی۔ آزادی کے بعد جس نے خود کو انگریز کا جانشین سمجھا اور عوام سے غلاموں کی طرح ڈیل کیا، خاص طور پر مغربی پاکستان میں مرکزی افسران بنگالیوں کو اپنا ذاتی غلام سمجھتے تھے۔ سول بیوروکریسی نے پہلی واردات لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد ڈالی جب ملک غلام محمد پاکستان کے گورنر جنرل بن بیٹھے۔ پھر اُنہوں نے جو پاکستان کا حشر کیا وہ بھی تاریخ ہے۔ اقتدار کی ہوس کا اندازہ کریں کہ ملک غلام محمد کو فالج ہو چکا تھا، وہ خود چلنے اور اُٹھنے بیٹھنے کے قابل نہیں تھے۔ زبان کام نہیں کرتی تھی، لیکن ٹوٹی پھوٹی زبان میں کہتے تھے: ”اقتدار نہیں چھوڑوں گا“۔ لہٰذا ہم قائل تو اسی بات کے ہیں کہ پاکستانی قوم بحیثیت مجموعی سقوطِ ڈھاکہ کے سانحہ کی ذمہ دار ہے۔ لیکن اصل گھناؤنا کردار اسٹیبلشمنٹ، سیاستدانوں اور سول بیوروکریسی نے ادا کیا۔ عوام کا قصور یہ تھا کہ ایک تو وہ اُنہیں پہچان نہ سکی اور پھر یہ کہ اپنے ذاتی معاملات اور مفادات سے آگے عوام کی سوچ بھی بڑھ نہ سکی۔ لہٰذا ہم نے جو بویا وہ کاٹ لیا۔ ہم بھول گئے کہ ہم نے نعرہ لگایا تھا کہ ”پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ۔“ پھر ہم منحرف ہوگئے اور اللہ نے بھی ہمیں بھلا دیا اور ہمارے کرتوتوں کا انجام پاکستان کی شکست وریخت کی صورت میں سامنے آگیا۔

امت مسلمہ کی فضیلت و فرائض

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 02 دسمبر 2022ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

مرتب: ابو ابراھیم

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

آج ہم نے تذکیر و یاددہانی کے لیے جس موضوع کا انتخاب کیا ہے وہ ہے: ”فضیلت و فرائض امت مسلمہ“۔ نبی مکرم ﷺ کی امت میں شامل ہونے کی حیثیت سے ہمارے کچھ بہت اہم فرائض ہیں جن کی ادائیگی کے نتیجے میں اس اُمت کو کچھ فضیلت میسر آتی ہے۔ بحیثیت اُمتی ہمارے دینی فرائض اور ذمہ داریاں کیا ہیں؟ ان کی یاددہانی بھی ضروری ہے۔ قرآن و حدیث میں فضائل کے آنے کا بنیادی مقصد بندوں کے لیے ترغیب و تشویق کا معاملہ ہے تاکہ وہ عمل کے اعتبار سے دلجمعی کے ساتھ آگے بڑھ کر فضائل و برکات کے مستحق بن سکیں۔

فضائل اُمت کی بنیادیں

اگر ہم فضائلِ اُمت کی جڑ میں جائیں تو اس امت کو جو فضیلت حاصل ہے وہ اس امت کے رسول ﷺ کی وجہ سے ہے۔ اس اُمت کو جتنے فضائل حاصل ہیں چاہے اُن کا ذکر بعثت رسول ﷺ سے پہلے موجود تھا، چاہے وہ آج اس اُمت کو حاصل ہیں یا چاہے ان فضائل کا تعلق آخرت سے ہو، یہ سارے فضائل محمد رسول اللہ ﷺ کے امتی ہونے کی وجہ سے ہیں۔ یہ فضائلِ اُمت کی ایک بنیاد ہے۔ اس کے بعد اس اُمت کو اس وجہ سے بھی فضیلت حاصل ہے کہ اس میں دین (اسلام) کی تکمیل ہوئی۔ پہلی اُمتوں کا دین بھی اسلام ہی تھا جیسا کہ فرمایا:

﴿اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۣ﴾ (آل عمران: 19)

”یقیناً دین تو اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔“

تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے اسلام ہی کی دعوت دی مگر اس دین کی تکمیل کا اعلان پہلے کسی بھی پیغمبر پر نہ ہوا، وہ اہم اعلان بھی اس اُمت کے پیغمبر ﷺ پر ہوا:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ (المائدہ: 3)

”آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے۔“

اسی طرح الہامی کتب پہلے بھی نازل ہوئیں (تورات، انجیل، زبور) مگر اللہ تعالیٰ نے پچھلی امتوں کو عطا کی جانے والی کسی کتاب کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیا لیکن اس امت کو جو قرآن حکیم عطا فرمایا، اللہ نے اس کی حفاظت کا بھی ذمہ لیا اور قیامت تک کے لیے اس کو محفوظ بھی فرما دیا۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝﴾ (الحجر)

”یقیناً ہم نے ہی یہ ذکر نازل کیا ہے اور بلاشبہ ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔“

اس امت کی فضیلت اس قرآن کی وجہ سے بھی ہے۔ پھر یہ امت آخری نبی ﷺ کی امت ہے۔ پچھلے کسی پیغمبر کے لیے ختم نبوت کا اعلان نہ ہوا، اعلان ہوا تو محمد رسول اللہ ﷺ پر آ کر۔ سورۃ الاحزاب میں ارشاد ہوتا ہے:

”(دیکھو!) محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، بلکہ آپؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور سب نبیوں پر مہر ہیں۔“ (الاحزاب: 40)

اس نسبت سے بھی اس امت کی فضیلت ہے کہ یہ امت آخری پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کی امت ہے۔ پچھلے انبیاء کو بھی دین اسلام دے کر بھیجا گیا۔ دین کی دعوت اور محنت ان کے ذمے بھی تھی مگر جو تکمیلی شان محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بیان میں ہے وہ پچھلے کسی پیغمبر کے لیے نہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کے اس مشن کے بارے میں تین مرتبہ قرآن کریم میں ذکر آتا ہے کہ:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ (الصف: 9) ”وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسولؐ کو الھدیٰ اور دین حق کے ساتھ تاکہ غالب کر دے اس کو پورے نظامِ زندگی پر“

اس نسبت سے بھی اس امت کی فضیلت ہے۔ پچھلے انبیاء نے اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لیے جدوجہد کی مگر بالفعل اللہ کا دین محمد رسول اللہ ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے غالب ہوا۔ لہٰذا جہاں یہ رسول اللہ ﷺ کی فضیلت ہے وہاں اس نسبت سے اس امت کی بھی فضیلت ہے کہ اس کو محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعے بالفعل قائم شدہ دین ملا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں اللہ کا دین عرب میں غالب ہوا تھا اور اس کی توسیع کا سلسلہ آپ ﷺ نے غزوۂ تبوک کے آغاز سے کر دیا تھا۔ مگر اب قیامت سے پہلے بھی یہ دین پوری دنیا پر غالب ہوگا۔ یہ بشارت بھی محمد رسول اللہ ﷺ نے اس امت کے لیے عطا فرمائی۔ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے مجھے پوری زمین لپیٹ کر دکھا دی، میں نے اس کے مشرق اور مغرب کو دیکھا اور جہاں تک کی زمین میرے لیے سمیٹ دی گئی تھی وہاں تک عنقریب میری امت کی حکومت پہنچ کر رہے گی۔“

یہ فضیلت بھی اس امت کے لیے ہے۔ اسی طرح محمد رسول اللہ ﷺ کی ایک روایت ترمذی شریف میں موجود ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم پر آ کر 70 اُمتیں مکمل ہوئیں اور تم اللہ کی آخری اُمت ہو، اب تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تم آخری امت ہو تمہارے بعد کوئی امت نہیں ہوگی۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی احادیث

سے مختلف فضائل کا ذکر ملتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم ہو تو آخری امت مگر تمہاری عمریں پچھلوں کے مقابلے میں کم ہوں گی۔ ایک حدیث میں ذکر ملتا ہے کہ کم و بیش ساٹھ سے ستر سال کے درمیان اوسطاً عمر رہے گی۔ لیکن اسی تناسب سے عمل کا ثواب بھی بڑھا دیا گیا۔ صحابہ کرام ؓ نے اس حوالے سے اپنی پریشانی آپ ﷺ کے سامنے بیان کی: یارسول اللہ ﷺ! پچھلوں کو زیادہ عمریں ملیں اور ہمیں عمریں کم ملیں تو ہمارے عمل کا کیا بنے گا، ہم تو اجر میں پیچھے رہ جائیں گے۔ اللہ نے اہتمام فرمادیا ہر سال ایک رات ایسی آئے گی جو ہزار مہینوں (83 سال 4 ماہ) سے افضل ہوگی۔ بہرحال اس امت کے لیے عمریں کم ہیں مگر اجر وثواب کو بڑھا دیا گیا۔ اسی طرح برکتوں میں بھی اضافہ فرمایا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے امت کے لیے دعا کی: اے اللہ! میری امت کے صبح کے اوقات میں برکت عطا فرمادے۔ اسی طرح ماہ رمضان میں ایک نفل ادا کرو تو فرضوں کے برابر اجر اور فرض ادا کرو تو ستر فرضوں کے برابر اجر بڑھ جاتا ہے۔ پھر مقام کے اعتبار سے خانہ کعبہ میں اگر ایک نماز ادا کرو تو لاکھ نمازوں کے برابر اجر ہوگا۔ اسی طرح اس امت کو اعزازات بھی ملے ہیں اور اللہ نے آسانیاں بھی عطا کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ﴾ (البقرۃ:185) ''اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ سختی نہیں چاہتا۔''

پھر سورۃ الحج کے آخر میں فرمایا:

﴿وَمَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ط﴾ (الحج:78) ''اور دین کے معاملے میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔''

پچھلی امتوں کے لیے تیمم کی اجازت نہیں تھی لیکن اس امت کو تیمم کی اجازت دی گئی۔ پچھلی امتوں کے لیے مخصوص عبادت گاہوں میں ہی عبادت کی اجازت تھی، لیکن اس امت کے لیے پوری زمین کو مسجد بنا دیا گیا۔ بندہ ہائی وے پہ جارہا ہے، نماز کا وقت ہوگیا تو گاڑی سائیڈ پر کھڑی کرکے قبلہ رُخ ہوکر نماز پڑھ لے۔ اسی طرح پچھلی امتوں کے لیے مال غنیمت سے استفادہ جائز نہیں تھا لیکن اس امت کے لیے حلال کر دیا گیا۔ پچھلی امتوں میں قربانی کو آسمان سے آگ اُتر کر کھا جاتی تھی جبکہ اس اُمت کے لیے قربانی کے جانور کو بھی حلال کر دیا گیا۔ بہرحال ان بہت سارے معاملات میں اس امت کو اللہ کے رسول ﷺ کے طفیل آسانیاں بھی ملیں۔

اُمت کی فضیلت آخرت میں:

آخرت میں بھی اس امت کو کئی لحاظ سے فضیلت حاصل ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جنت کا دروازہ میرے لیے کھولا جائے گا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے میری امت پیش ہوگی اور سب سے پہلے پل صراط سے اس امت کو گزارا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اپنی امت کے افراد کو ان کے وضو کے اعضاء کے چمکنے سے پہچان لوں گا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے خاص دعا عطا فرمائی، کسی نبی نے کچھ مانگا، کسی نے کچھ مانگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے وہ دعا آخرت کے لیے رکھ دی اور وہاں میں شفاعت کا اللہ کے سامنے ذکر کروں گا۔ اللہ ہم سب کو رسول اللہ ﷺ کی شفاعت عطا فرمائے۔ ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل جنت کی 120 صفیں ہوں گی، ان میں سے 80 صفیں میری امت کی ہوں گی۔ یہ وہ فضائل ہیں جو آخرت میں اس امت کو ملنے ہیں۔

اُمت کی ذمہ داریاں

یقیناً اس امت کی فضیلت بہت زیادہ ہے لیکن فضیلت ذمہ داری کے ساتھ ہوتی ہے۔ تاجر سارا دن دوکان پر محنت کرتا ہے، ملازم پورا مہینہ جان کھپاتا ہے تب جا کر کچھ اجر ملتا ہے تو ایک اُمتی کو کیسے گھر بیٹھے یہ سارے فضائل مل جائیں گے؟ نہیں بلکہ اس کے لیے عملی طور پر ثابت کرنا پڑے گا کہ وہ اُمتی ہے۔ وہ ان ذمہ داریوں کو ادا کرے گا تو اس فضیلت کا حقدار ہوگا۔ ان میں سے پہلی ذمہ داری کیا ہے؟ فرمایا:

﴿کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط﴾ ''تم وہ بہترین اُمت ہو جسے لوگوں کے لیے برپا کیا گیا ہے، تم حکم کرتے ہو نیکی کا اور تم روکتے ہو بدی

پریس ریلیز 9 دسمبر 2022ء

چین-عرب سمٹ عالمی منظرنامے میں امریکی اجارہ داری پر کاری ضرب ہے

شجاع الدین شیخ

چین-عرب سمٹ عالمی منظرنامے میں امریکی اجارہ داری پر کاری ضرب ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ چین کے صدر شی جن پنگ کے دورۂ سعودی عرب کے دوران چین-عرب سمٹ اور چین-جی سی سی کانفرنس کا انعقاد جس میں 14 عرب ممالک کے سربراہان شرکت کریں گے خطے اور عالمی صورتِ حال کے حوالے سے ایک بہت بڑی تبدیلی کا نکتہ آغاز ہے۔ امریکہ کے حکمران اکثر سعودی عرب کو اپنی ایک طفیلی ریاست ہی سمجھتے تھے۔ حقیقت میں امریکہ کی مشرق وسطی کی پالیسی کا اہم ترین رکن ناجائز صیہونی ریاست اسرائیل کی ہر قیمت پر حفاظت کرنا ہے اور اس مقصد کے لیے اُس نے سعودی عرب سمیت تقریباً تمام عرب ممالک کو گزشتہ کئی دہائیوں سے مکمل طور پر اپنے کنٹرول میں رکھا ہوا تھا۔ اُنہوں نے کہا کہ چین اور سعودی عرب کے مابین 30 ارب ڈالر مالیت کے 34 معاہدوں پر دستخط ہونا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ سعودی عرب امریکہ کے جابرانہ تسلط سے آزاد ہونے کی بھرپور کوشش کر رہا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ عربوں کو اب انتہائی محتاط رہنا ہوگا کیونکہ امریکہ چین کے ساتھ اُن کے بڑھتے ہوئے تعلقات کے راستے میں رکاوٹ کھڑی کرنے کے لیے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرے گا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان ممالک متحد ہوکر طاغوتی قوتوں کا مقابلہ کریں تاکہ دشمنانِ اسلام کے تمام مذموم ارادوں کو خاک میں ملایا جاسکے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

سے اور تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر۔'' (آل عمران: 110)

یہ خیر امت والا حصہ امت کو یاد ہے لیکن آگے جو ذمہ داریاں بیان ہوئی ہیں وہ یاد نہیں رہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرماتے تھے کہ ہم خیر امت ہیں لیکن آج اس دنیا میں سب سے سستا خون ہمارا بہتا ہے، سب سے زیادہ مصائب کے پہاڑ اس امت پر توڑے جا رہے ہیں، سب سے زیادہ اقدامات اس امت کے خلاف اٹھائے جا رہے ہیں۔ پون صدی گزر گئی مگر اس امت کے کشمیر اور فلسطین جیسے مسائل حل نہ ہوئے۔ کیا اللہ اور رسول ﷺ کے ماننے والوں کا یہ حشر ہونا چاہیے؟ ہمیں اپنی گریبان میں بھی جھانکنا چاہیے کہ کیا ہم آج خیر امت ثابت ہو رہے ہیں؟ کس بنیاد پر خیر اُمت کہا گیا؟

﴿تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَتُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ ؕ﴾ ''تم حکم کرتے ہو نیکی کا اور تم روکتے ہو بدی سے اور تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر۔''

قرآن مجید میں اکثر مقامات پر ایمان کا ذکر پہلے آتا ہے اور اس کے بعد اعمال کا ذکر آتا ہے۔ جیسے: ﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ﴾ (سورۃ البینۃ: 7)

یعنی ایمان کا تقاضا پہلے ہے اور عمل کا بعد میں لیکن خیر امت والی آیت میں ترتیب بدل گئی ہے۔ یعنی عمل کا تقاضا پہلے اور ایمان کا بعد میں۔ مفسرین نے ذکر کیا کہ اس آیت کریمہ میں ترتیب اس لیے بدلی گئی ہے تاکہ واضح ہو کہ دینی ذمہ داریاں ادا کرو گے تو خیر امت کہلاؤ گے۔ محض ایمان کا دعویٰ کر کے بیٹھے رہو، کلمہ پڑھ کر مطمئن ہو جاؤ جبکہ معاشرے میں برائیاں پھیلتی رہیں، سود و حرام خوری کے دھندے چلتے رہیں، لوگوں کی گردنیں کاٹنے، لوگوں کی جائیدادوں پر قبضوں کا سلسلہ جاری رہے، ذاتی مفاد کے لیے پوری قوم کا سودا ہوتا رہے، اللہ کے احکامات ٹوٹتے رہیں اور اس کے باوجود تم اپنے تئیں سمجھتے ہو کہ ہم خیر امت ہیں۔ نہیں! خیر امت ذمہ داری کے ساتھ ہے۔ ذمہ داری کے ساتھ کام کرو گے تو خیر امت قرار پاؤ گے، کام نہیں کرو گے تو پچھلوں کا انجام بھی دیکھ لو۔

بنی اسرائیل کے حوالے سے قرآن میں دو دفعہ فرمایا گیا:

''اے یعقوب کی اولاد! یاد کرو میرے اُس انعام کو جو میں نے تم پر کیا اور یہ کہ میں نے تمہیں فضیلت عطا کی تمام جہانوں پر۔'' (البقرۃ: 47، 122)

لیکن اسی البقرۃ میں فرمایا:

''اور ان پر ذلت و خواری اور محتاجی و کم ہمتی تھوپ دی گئی۔'' (آیت: 61)

قرآن کریم ان کے جرائم کو بتاتا ہے:

''تو اہلِ کتاب میں سے ایک جماعت نے اللہ کی کتاب کو پیٹھوں کے پیچھے پھینک دیا'' (البقرۃ: 101)

یعنی کتاب پس پشت ڈال دی، دنیا کی محبت میں ڈوبے، دین کے تقاضوں سے راہ فرار اختیار کی، دیگر کئی جرائم قرآن مجید گنواتا ہے۔ لہٰذا ان پر ذلت اور محتاجی تھوپ دی گئی۔ ہم مسلمان بھی نرے چہیتے اور لاڈلے نہیں ہیں، ہم ذمہ داری والا کام کریں گے تو خیر امت کہلائیں گے اور اس کے فضائل بھی پائیں گے ورنہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ ہمارے سامنے ہے۔ کیا شتر مرغ کی طرح ریت میں سر ڈالے بیٹھیں رہیں گے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے گھر میں فاقے کیوں آئے؟ کیوں آپ ﷺ نے چلتی تجارت کو چھوڑا تھا؟ کیوں پیٹ پر پتھر باندھے تھے؟ یہ ساری قربانیاں اس ذمہ داری کو ادا کرنے کے لیے تھیں جس کی بنیاد پر یہ امت خیر اُمت کہلائی۔ آج ہم نے اس ذمہ داری کو چھوڑا ہے تو دنیا میں ذلیل و رسوا ہیں۔ دوسری آیت بھی فضیلت والی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور (اے مسلمانو!) اسی طرح تو ہم نے تمہیں ایک اُمتِ وسط بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسولؐ تم پر گواہ ہو۔'' (البقرۃ: 143)

وسط کا ترجمہ مفسرین نے درمیانی اور بہترین اُمت کیا ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ آخری رسول ہیں، قیامت تک ان کی رسالت چلے گی۔ اب جتنے بھی لوگ دنیا میں پیدا ہوں گے اُن کو اپنی نجات کے لیے آپ ﷺ پر ایمان لانا ہوگا، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: بالفرض اگر موسیٰ علیہ السلام بھی آج آجائیں مجھ پر ایمان لائے بغیر ان کو چارہ کار نہیں ہوگا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کا پیغام ساری دنیا تک پہنچانا اس اُمت کی ذمہ داری ہے اور جو یہ کام کرے گا وہی امتی کہلانے کا مستحق ہے۔ وسط کا ایک ترجمہ معتدل بھی کیا گیا ہے۔ اس امت کے لیے افراط و تفریط نہیں ہے، اس کو اللہ تعالیٰ نے عدل پر اٹھایا ہے۔

بہرحال امت کے فرائض کی بات چلی تھی۔ انفرادی زندگی بھی اللہ اور رسول ﷺ کے حکم کے مطابق ہو، پنج وقتہ نماز کی پابندی ہو، زکوٰۃ، روزہ، حج اور قربانی سب کی پابندی ہونی چاہیے۔ صدقات و خیرات اور تسبیحات وغیرہ سب کرنے کے کام ہیں۔ مگر اس امت کو اس سے آگے بڑھنا ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے behalf پر دعوت دین، اقامت دین کی جدوجہد اور شہادت علی الناس کے کام کرنے ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ گواہی دے گئے ہیں اور گواہ بنا گئے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: اَلاَ ھَلْ بَلَّغْتُ؟ لوگو سنو! کیا میں نے پہنچا دیا؟ اس پر پورے مجمع نے یک زبان ہو کر جواب دیا: ہاں ہم گواہ ہیں آپ ﷺ نے رسالت کا حق ادا کر دیا، آپ ﷺ نے امانت کا حق ادا کر دیا۔'' اللہ کے رسول ﷺ نے صرف قول سے نہیں بلکہ اپنے کردار سے بھی پہنچایا اور گواہی دی، اعمال کی عملی شکل بھی بتا دی اور پھر اجتماعی نظام قائم کر کے بھی دکھا دیا۔

﴿وَقُلۡ جَآءَ الۡحَـقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا ۝۸۱﴾ (بنی اسرائیل) ''اور آپؐ کہہ دیجیے کہ حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا۔ یقیناً باطل ہے ہی بھاگ جانے والا۔''

آپ ﷺ کی یہ گواہی قول کے لحاظ سے بھی تھی، ذاتی کردار، اور نظام کو قائم کرنے کے حوالے سے بھی تھی۔ اب ان کے behalf پر اس امت کی ذمہ داری ہے کہ اپنے قول سے اور اپنے کردار سے اور اجتماعی سطح پر اللہ کے دین کو قائم کر کے دنیا کے سامنے گواہی پیش کرے۔ 75 سال پہلے اسی گواہی کے لیے اس ملک کو لیا تھا۔ اس اعتبار سے یہ ذمہ داری ہمارے کاندھوں پر ہے۔ امت واقعتاً اللہ کی رحمت کی مستحق اس وقت ہوگی جب وہ اپنے امت والے کردار کو ادا کرے گی۔ باقی دنیوی لحاظ سے ہم جو ذمہ داریاں ادا کر رہے ہیں، گھر بنا لیا، بچوں کو پالا یہ سب کام دوسرے لوگ بھی کر رہے ہیں، اس بنیاد پر ہماری اللہ کے ہاں کوئی حیثیت نہیں۔ ہماری قدر اگر اللہ کی نگاہوں میں ہوگی تو اقامت دین کی جدوجہد کی وجہ سے ہوگی جس کا نمونہ آپ ﷺ نے پیش کر دیا۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿هُوَ اجۡتَبٰٮكُمۡ﴾ (الحج: 78) ''اُس نے تمہیں چن لیا ہے'' اس سے پہلے اللہ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو اس کام کے لیے چنا تھا اب اس اُمت کو چنا ہے۔ جس کام کے لیے چنا گیا وہ کریں گے تو اللہ کی نگاہوں میں ہماری کوئی حیثیت ہوگی۔ لیکن آج نہیں ہے کیونکہ 57 مسلم ممالک میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہے جو یہ گواہی پیش کر سکے کہ دیکھو یہ اللہ کا دین ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ لائے تھے۔ باقی 56 سے کیا گلہ، ہم جنہوں نے اسلام کے نام پر ملک حاصل کیا تھا اور دعویٰ کیا تھا کہ ہم یہاں اسلام نافذ کریں گے لیکن وہاں بھی بحیثیت اُمتی ہم اپنی ذمہ داری پوری نہیں کر رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اُمتی ہونے کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

دین میں صلۂ رحمی کی اہمیت

مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت، تنظیم اسلامی

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پیدا کیا۔ زمین وآسمان اور ان کے درمیان ہر چیز کو پیدا کیا۔ ہر ہر مخلوق کو پیدا کر کے اسے اس دنیا میں رہنے کا سلیقہ بھی سکھایا، اس نے کس طرح اپنی رہائش کا بدوبست کرنا ہے؟ کہاں سے اپنے رزق کا بندوبست کرنا ہے؟ اپنی حفاظت کیسے کرنی ہے؟ پھر رہائش، رزق اور حفاظت کے لیے جن جن مادی اشیاء کی ضرورت تھی وہ تمام وسائل بھی مہیا کر دیے۔ انہیں استعمال کرنے کا طریقہ بھی سکھادیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ بندوبست اس لیے کیا کہ یہ تمام کائنات اور جو کچھ بھی اس میں ہے وہ اس کی تخلیق ہے۔ وہ اپنی تخلیق میں ایک بناؤ، نظم اور سدھار چاہتا ہے۔ وہ بگاڑ کو پسند نہیں کرتا ہے۔ اگر سطحی طور پر کہیں بگاڑ نظر بھی آتا ہے۔ تو در اصل وہ ایک نئی تعمیر کے لیے ہے ﴿كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ۝٢٩﴾ (الرحمٰن) ”ہر روز اس کی ایک نئی شان ہوتی ہے۔“ پھر جیسا کہ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت 70 میں وارد ہوا ہے:

”اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی ہے اور انہیں خشکی اور سمندر میں سواریاں مہیا کی ہیں۔ اور ان کو پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا ہے اور ان کو اپنی بہت سی مخلوق پر فضیلت عطا کی ہے۔“

اور اسی فضیلت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں زندگی گزارنے کے لیے دوسری مخلوقات سے زیادہ علم دیا۔ اور ان میں رسولوں کا سلسلہ جاری فرمایا۔ انسان کو اختیار دیا کہ چاہے وہ اطاعت گزار بندہ بن کر اس دنیا میں زندگی گزارے۔ چاہے سرکش بن کر، چاہے تو اس دنیا کے بناؤ اور ستھراؤ کی فکر کرے اور اعلیٰ کردار اور اعلیٰ اخلاق اپنائے اور چاہے تو بگاڑ کی روش اختیار کرے اور پست کردار اور پست اخلاق اپنالے۔ اللہ تعالیٰ کے جن بندوں کو اس بات کی سمجھ آجاتی ہے اور وہ اس کے فرماں بردار بندے بننے کی کوشش کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ”اولو الالباب“ کا خطاب دیتے ہیں۔ سورۃ الرعد کی آیت 19 میں ارشاد گرامی ہے:

”(اے نبی ﷺ!) کیا وہ شخص جو جانتا ہے کہ جو کچھ آپ پر آپ کے ربّ کی طرف سے نازل کیا گیا وہ حق ہے، بھلا اُس جیسا ہوسکتا ہے جو اندھا ہے؟ یقیناً نصیحت تو عقل والے ہی حاصل کرتے ہیں۔“

یعنی سمجھ دار لوگ اللہ کی محبت کے جذبے سے سرشار ہو کر اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اس کی فرمانبرداری کرتے ہوئے وہ بھی اس دنیا میں بناؤ، نظم اور سدھار کی کوشش کرتے ہیں۔ خود بھی بگاڑ کو ناپسند کرتے ہیں۔ اور اپنی حدِ استطاعت بگاڑ کو رفع کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انسانوں میں یہی بناؤ سنگھار اور سدھار ”صلہ رحمی“ کہلاتا ہے۔ اور بگاڑ و بدنظمی ”قطع رحمی“ کہلاتا ہے۔ یہ ”صلہ رحمی“ نہ صرف انسانوں کے درمیان مطلوب ہے بلکہ از روئے احادیث حیوانات اور نباتات بھی اس میں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الرعد آیت 21 میں اولوالالباب کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”(اولوالالباب وہ لوگ ہیں) جوڑتے ہیں اُس کو جس کو جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور جو ڈرتے رہتے ہیں اپنے رب سے اور اندیشہ رکھتے ہیں بُرے حساب کا۔“

یعنی جوڑنے اور صلہ رحمی کا عمل وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہیں اللہ رب العالمین کی خشیت حاصل ہوتی ہے اور جو لوگ قیامت کے دن برے حساب سے ڈرتے ہیں سوء الحساب سے مراد ہے کہ ایک ایک چھوٹی سے چھوٹی بات پر گرفت ہو جائے۔ جبکہ اہل ایمان کے ساتھ حساباً یسیراً کا معاملہ ہوگا۔ ان کی لغزشوں اور کوتاہیوں سے صرفِ نظر کیا جائے گا۔ اعمال پر سرسری سی نظر ڈال کر جنت میں بھیج دیا جائے گا۔

((اللّٰهُمَّ حَاسِبْنِي حِسَابًا يَسِيرًا)) ”اے اللہ! میرے حساب کو آسان فرمادے۔“ (مسند احمد)

صلہ رحمی کا عمل قریبی رشتہ داروں سے شروع ہو کر تمام انسانیت تک محیط ہے۔ جو ہمارے جتنا زیادہ قریب ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ ہماری صلہ رحمی کا مستحق ہے۔ پھر یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ صلہ رحمی کا یہ عمل بے تحاشا صبر کا تقاضا کرتا ہے۔ صلہ رحمی کرنے کے لیے اپنے اوپر جبر کرنا پڑتا ہے۔ اگر ہم اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی سے بات شروع کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ بسااوقات خاندانی معاملات میں ہمیں رشتہ داروں کی جلی کٹی باتیں سننی پڑتی ہیں۔ ان کی باتوں کو صبر کے ساتھ اس طرح برداشت کرنا کہ ان کو ترکی بہ ترکی جواب نہ دیا جائے۔ ان سے میل ملاقات اسی طرح جاری رکھا جائے، ممکن ہی نہیں جب تک یہ سارا عمل خالصتاً اللہ کو راضی رکھنے کی نیت سے نہ ہو۔

سورۃ الرعد کی آیت 22 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”اور وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا اپنے رب کی رضاجوئی کے لیے، اور نماز قائم کی، اور خرچ کیا اس میں سے جو ہم نے انہیں دیا تھا پوشیدہ طور پر بھی اور اعلانیہ بھی اور وہ بھلائی سے برائی کو دور کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے دارِ آخرت کی کامیابی ہے۔“

یہ اولوالالباب، یہ سمجھدار لوگ، صلہ رحمی کرنے والے صرف اور صرف اللہ کو راضی کرنے کے لیے صبر کرتے ہیں۔ اور یہ صبر بھی ان کو نماز قائم کرنے کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ لوگ برائی کو بھلائی سے دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ رشتہ داروں کی ایذا رسانی کے باوجود ان کے اوپر خفیہ اور اعلانیہ خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ان کے ساتھ جنت کا وعدہ ہے۔

اور جنت میں بھی انتہائی اعلیٰ مقام۔ مزید ان لوگوں پر اللہ کا انعام یہ ہوگا کہ جنت کے اس اعلیٰ درجہ میں ان کے والدین، اولاد اور بیویوں کو بھی داخل کیا جائے گا بشرطیکہ وہ جنت کے ادنیٰ درجہ میں بھی داخل ہونے کی اہلیت رکھتے ہوں۔

سورۃ الرعد کی آیت 23 میں فرمان الٰہی ہے:

”(آخرت کا گھر) وہ باغات ہیں ہمیشہ رہنے کے، جن میں وہ داخل ہوں گے اور جو بھی نیکوکار ہوں گے ان کے آباء، ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے، اور ہر دروازے سے (جنت کے) فرشتے ان کے سامنے حاضر ہوں گے۔“

صلہ رحمی کرنے والے لوگ رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے میں یہ نہیں دیکھتے کہ کس کا سلوک ان کے ساتھ کیسا ہے؟ وہ تو بس اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے لوگوں کے درمیان محبت بناؤ اور سدھار چاہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”وہ آدمی صلہ رحمی کا حق ادا نہیں کرتا جو

(صلہ رحمی کرنے والے اپنے اقربا کے ساتھ) بدلے کے طور پر صلہ رحمی کرتا ہے صلہ رحمی کا حق ادا کرنے والا دراصل وہ ہے جو اس حالت میں صلہ رحمی کرے اور قرابت داروں کا حق ادا کرے جب وہ اس کے ساتھ قطع رحمی اور حق تلفی کا معاملہ کریں۔'' (رواہ البخاری)

ظاہر ہے کہ قطع رحمی اور حق تلفی کرنے والوں کے ساتھ جب جوابی طور پر قطع رحمی کا برتاؤ کیا جائے گا تو یہ بیماری اور گندگی معاشرے میں اور زیادہ بڑھے گی اور اس کے برعکس جب ان کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کیا جائے گا تو انسانی فطرت سے امید ہے کہ جلد یا بدیر ان کی اصلاح ہوگی اور معاشرے میں صلۂ رحمی کو فروغ حاصل ہوگا۔

یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی رحمت اور اس کا فضل ہے کہ جو لوگ بناؤ اور سنوار کے بجائے بگاڑ کی روش پر قائم ہوں اور کسی بھی وقت ان کو یہ بات سمجھ آجائے کہ وہ غلط راستے پر ہیں اور درست اور صحیح راستے کی طرف پلٹنا چاہیں اور اپنی گزشتہ روش پر شرمندہ بھی ہوں تو اللہ تعالیٰ بھی خوش ہو کر ان کو واپس پلٹنے کی توفیق دے دیتے ہیں۔ ان کے پچھلے تمام برے کاموں کو معاف کر دیتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ سچے دل سے نادم ہوں اور آئندہ اپنی روش درست کرنے کی مسلسل کوشش کرتے رہیں۔ یہی توبہ کا فلسفہ ہے۔

سورۃ فرقان کی آیت 70 میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''ہاں مگر جو کوئی توبہ کرے، ایمان لے آئے اور نیک عمل کرے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی برائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دے گا۔ اور اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔''

البتہ جو لوگ بگاڑ کی روش پر قائم رہیں اور صلہ رحمی کے بجائے قطع رحمی کی روش پر قائم رہیں یہاں تک کہ اسی حالت میں انہیں موت آجائے تو ان کی سزا جہنم ہے۔

سورۃ الرعد کی آیت 25 میں ارشادِ گرامی ہے:

''اور (اس کے برعکس) وہ لوگ جو توڑتے ہیں اللہ کے عہد کو اس کو مضبوطی سے باندھنے کے بعد اور کاٹتے ہیں ان (رشتوں) کو جن کو جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور زمین میں فساد مچاتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے لعنت ہوگی اور ان کے لیے برا گھر (جہنم) ہے۔''

گویا صلہ رحمی نہ کرنے والے لوگ زمین میں فساد مچاتے ہیں۔ ان کے لیے اللہ کی لعنت اور آخرت میں برا ٹھکانا ہے۔

آئیے! حضور اکرم ﷺ کے مزید ارشادات کی روشنی میں صلۂ رحمی کی اہمیت کو سمجھتے ہیں۔

حضرت جبیر ابن مطعم ؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' (صحیح بخاری)

معلوم ہوا کہ قطع رحمی اللہ کے نزدیک اتنا سخت گناہ ہے کہ اس گناہ کی گندگی کے ساتھ کوئی جنت میں نہ جا سکے گا ہاں جب اس کو سزا دے کر پاک کر دیا جائے یا اللہ کسی وجہ سے اس کو معاف کر دے تو جا سکے گا۔ جب تک ان دونوں میں سے کوئی ایک بات نہ ہو، جنت کا دروازہ اس کے لیے بند رہے گا۔

اسی طرح حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جو کوئی یہ چاہے کہ اس کے رزق میں کشادگی ہو اور دنیا میں اس کی عمر لمبی ہو تو وہ صلہ رحمی کرے۔'' (متفق علیہ)

اس حدیث سے ایک حقیقت تو یہ واضح ہوتی ہے کہ بعض نیک اعمال کے صلہ میں اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی برکتوں سے نوازتا ہے یہ حدیث ہماری رہنمائی کر رہی ہے کہ اہلِ قرابت کے حقوق کی ادائیگی اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک وہ مبارک عمل ہے جس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق میں وسعت اور عمر میں زیادتی اور برکت ہوتی ہے۔ صلہ رحمی کی دو ہی صورتیں ہیں۔ ایک یہ آدمی اپنی کمائی سے اہلِ قرابت کی مالی خدمت کرے دوسرے یہ کہ اپنے وقت اور اپنی زندگی کا کچھ حصہ ان کے کاموں میں لگائے اس کے صلے میں رزق و مال میں وسعت اور زندگی کی مدت میں اضافہ اور برکت اللہ تعالیٰ کی حکمت اور رحمت کے عین مطابق ہے۔

عام تجربہ ہے کہ خاندانی جھگڑے اور خانگی الجھنیں جو زیادہ تر حقوق قرابت ادا نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ آدمی کے لیے دلی پریشانی، اندرونی کڑھن اور گھٹن کا باعث بنتی ہیں اور کاروبار، ملازمت اور صحت ہر چیز کو متاثر کرتی ہیں۔ لیکن جو لوگ اہلِ خاندان اور اقارب کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کا برتاؤ کرتے ہیں اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں، ان کی زندگی انشراح و طمانیت اور خوش دلی کے ساتھ گزرتی ہے اور ہر لحاظ سے ان کے حالات بہتر رہتے ہیں اور فضلِ خداوندی ان کے شاملِ حال رہتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''رحم (یعنی حق قرابت) مشتق ہے رحمان سے اور اس نسبت سے اللہ نے اس سے فرمایا جو تجھے جوڑے گا میں اسے جوڑوں گا اور جو تجھے توڑے گا میں اسے توڑوں گا۔'' (صحیح بخاری)

یعنی انسان کی باہمی قرابت اور رشتہ داری کے تعلق کو اللہ تعالیٰ کے اسم پاک رحمٰن سے اور اس کی صفت رحمت سے خاص نسبت ہے اور وہی اسی کا سرچشمہ ہے۔ اس خصوصی نسبت ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی اتنی اہمیت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ جو رشتہ داروں کے حقوق ادا کرے گا اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے گا، اس کو اللہ تعالیٰ اپنے سے وابستہ کرلے گا اور اپنا بنالے گا۔ اور جو کوئی اس کے برعکس قطع رحمی کا رویہ اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سے کاٹ دے گا۔ اُسے اپنے سے دور کر دے گا اور اُس سے بے تعلق ہو جائے گا۔ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ صلہ رحمی کی دین میں کتنی اہمیت ہے اور اس میں کوتاہی کتنا سنگین جرم اور کتنی بڑی کوتاہی ہے۔

تنظیم اسلامی کے رفیق ہونے کی حیثیت سے ہماری یہ اضافی ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم رشتہ داروں کے ساتھ معاملات میں ان سے بڑھ کر صلہ رحمی کا مظاہرہ کریں۔ کیونکہ ان کے ساتھ ہمارا تعارف بطور ایک تنظیم کے رفیق کے بھی ہے۔ ہماری جانب سے صلہ رحمی کے مظاہرہ سے ان پر تنظیم کی اہمیت بھی واضح ہوگی کہ تنظیم کے رفیق ہونے کی وجہ سے ہمارے اندر یہ تبدیلی آئی ہے۔ ہمارے اس طرزِ عمل سے ان تک تنظیم کی خاموش دعوت بھی پہنچے گی۔ مزید برآں رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا یہ بھی تقاضا ہے کہ ہم انہیں پوری دل سوزی، خیر خواہی، غم خواری، ہمدردی اور جذبہ کے ساتھ تنظیم کی فکر سے آگاہ کریں۔ انہیں ان کے دینی فرائض یاد دلائیں اور تنظیم میں شمولیت کی دعوت دیں۔ لیکن ہماری یہ دعوت بھی تبھی کارگر ہوگی جب ہم ان کے ساتھ معاملات میں صلۂ رحمی کا مظاہرہ کر رہے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قطع رحمی سے محفوظ رکھے اور صلہ رحمی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

کیا نظامِ باطل میں اطاعتِ رسولؐ ممکن ہے؟ (6)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

(گزشتہ سے پیوستہ)

روئے ارضی پر خلافت کا قیام

آیت زیر مطالعہ میں خلافت کے اس وعدے کے ساتھ یہ بھی فرمایا: ﴿كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ص﴾ ''جیسے کہ اس نے خلافت عطا کی تھی ان کو جو ان سے پہلے تھے''۔ اس میں حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے---- اصولِ تفسیر کا ایک قاعدہ ہے: القرآن یفسر بعضہ بعضًا کہ قرآن کی ایک آیت دوسری آیت کی تفسیر بیان کرتی ہے۔ چنانچہ آیت زیر مطالعہ کی تفسیر قرآن مجید ہی میں موجود ہے: ﴿يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ﴾ (ص: 26) ''اے داؤد! ہم نے آپ کو زمین میں خلافت عطا فرمائی ہے۔''

اس ضمن میں یہ تجزیہ بھی کرنا پڑے گا کہ آیت زیر مطالعہ میں مسلمانوں سے جو خلافت کا وعدہ کیا جا رہا ہے کیا یہ ہر اعتبار سے اسی طرح ہوگا جیسے اسرائیل کے عہد زریں میں وعدہ پورا ہوا تھا یا اس میں کوئی فرق ہوگا؟ اس حوالے سے نوٹ کر لیں کہ اس میں ایک بہت بڑا فرق ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ اور بنی اسرائیل کے تمام انبیاء کرام بشمول حضرت عیسیٰ (علیہم السلام) کی بعثت صرف بنی اسرائیل کی طرف تھی، جبکہ محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت پوری نوع انسانی کے لیے ہوئی ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا﴾ (سبا: 28) ''اور ہم نے نہیں بھیجا آپ (ﷺ) کو مگر تمام انسانوں کے لیے بشیر اور نذیر بنا کر''۔ گویا آپ ﷺ کی اُمت کو جب تک پورے کرۂ ارضی کی خلافت نہیں ملتی تب تک یہ وعدہ ہنوز شرمندۂ تکمیل رہے گا۔ ایک درجے میں تو خلافت راشدہ کی صورت میں یہ وعدہ پورا ہو گیا۔ اس اعتبار سے یہ بڑی اہم بات ہے کہ ہمارے ہاں ایک خاص فرقے نے حضرات ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کی خلافت پر جو شبہ پیدا کیا ہے اس کی نفی اس آیت سے ہو جاتی ہے۔ اگر ان کی خلافت صحیح نہیں تھی تو گویا خلافت ابھی تک سرے سے قائم ہی نہیں ہوئی اور اللہ کا وعدہ ابھی تک کسی درجے میں بھی پورا نہیں ہوا۔ یہ بات قطعاً قرآن مجید کے منافی ہے۔ اللہ کا یہ وعدہ ایک خاص درجے میں پورا ہو چکا ہے، بایں طور کہ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں سرزمین عرب میں اللہ کا دین غالب ہو گیا: ﴿وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ﴿٨١﴾﴾ (بنی اسرائیل) ''اور کہہ دو کہ حق آ گیا اور باطل نابود ہو گیا، بے شک باطل نابود ہونے والا ہے۔''

اس کے بعد حضور ﷺ نے جزیرہ نمائے عرب سے باہر دین کے غلبہ کی جدّوجُہد شروع کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہ دائرہ مزید وسیع ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دس برس میں بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی اور پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہ سیلاب اور تیزی سے آگے جا رہا تھا۔ گویا ع ''تھمتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا''۔ یوں سمجھیے کہ دریائے جیحوں (آج بھی جس کا بڑا حصہ روس اور افغانستان کی سرحد بناتا ہے) سے بحر اوقیانوس تک یہ خلافت قائم ہو گئی تھی۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر چونکہ اختلاف رہا ہے اور ان کی خلافت پورے عالم اسلام پر قائم نہ ہو سکی بلکہ ایک علاقہ علیحدہ رہا لہٰذا میں نے صرف تین کے نام لیے ہیں۔ حضرت علیؓ خلیفۂ راشد ہیں، اس میں کوئی شک نہیں، لیکن شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کی خلافت مستحکم نہیں ہو سکی۔ لیکن کم سے کم تین خلفاء کی خلافت میں تو کوئی اختلاف نہیں۔ درحقیقت اس درجے میں اللہ کا یہ وعدہ پورا ہو چکا ہے، لیکن اس وعدے کا ایک دور ابھی باقی ہے اور وہ تب ہو گا جب پورے کرۂ ارضی پر خلافت کا نظام قائم ہو گا۔ یہ ہو کر رہے گا، اس لیے کہ یہ حضور ﷺ کے پورے روئے ارضی کی طرف مبعوث ہونے کا منطقی نتیجہ ہے۔ آپ ﷺ کی بعثت پوری نوع انسانی کے لیے تھی--- آپ خطبوں میں بھی یہ الفاظ سنتے ہیں: المبعوث الی الاسود والاحمر یعنی ہر سیاہ فام اور سرخ رو کی طرف بھیجے ہوئے---

لہٰذا پورے کرۂ ارض پر خلافت کا نظام قائم ہو کر رہے گا۔ اس کے لیے صریح احادیث بھی موجود ہیں۔ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''دنیا میں نہ کوئی اینٹ گارے کا بنا ہوا گھر باقی رہے گا نہ کمبلوں کا بنا ہوا خیمہ جس میں اللہ اسلام کو داخل نہیں کر دے گا، خواہ عزت والے کے اعزاز کے ساتھ خواہ کسی مغلوب کی مغلوبیت کی صورت میں۔ (یعنی) یا لوگ اسلام قبول کر کے خود بھی عزت کے مستحق بن جائیں گے یا اسلام کی بالادستی تسلیم کر کے اس کی فرماں برداری قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں گے''۔ (رواہ احمد)

میں (راوی) نے کہا: تب تو سارے کا سارا دین اللہ کے لیے ہو جائے گا۔ تو یہ وعدہ ضرور پورا ہو گا، البتہ اس وعدے کو پورا کرنے کے لیے جدّوجُہد کرنی ہو گی، اس کے تقاضوں کو پورا کرنا ہو گا۔ ابھی تاریخ منتظر ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان کے دعوے دار پھر انھیں منظم ہوں، ایک طاقت بن کر باطل سے ٹکرا جائیں اور اللہ کے دین کو غالب کریں، جیسے کہ محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کیا۔ اقبال نے کہا تھا: ؎

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر!

قیامِ خلافت کے لیے جدّوجُہد ہماری ذمہ داری ہے!

پورے روئے ارضی پر اللہ کے دین اور نظامِ عدلِ اجتماعی کو غالب کرنا، یہ مشن ہے محمد عربی ﷺ کا اور ابھی اس کی تکمیل باقی ہے ؎

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے!

نورِ توحید اپنی جگہ تو مکمل ہو گیا، لیکن ابھی اس سے صرف جزیرہ نمائے عرب منور ہوا تھا، جبکہ اطراف و اکنافِ عالم، مشرق اور مغرب سب کے سب ابھی اس کے نور سے محروم تھے اور پورا کرۂ ارضی شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا، وہ تثلیث کی صورت میں یا ثنویت کی شکل میں۔ خلافت راشدہ کے دوران یہ نورِ توحید کرۂ ارضی کے بہت بڑے حصے پر پھیل گیا، لیکن اس کا اتمام ابھی باقی ہے۔ محمد عربی ﷺ کے مشن کی تکمیل ابھی باقی ہے اور یہ کام ہمیں حضور ﷺ کے خلیفہ کی حیثیت سے کرنا ہے۔ بعض لوگ یہ سوال پوچھتے ہیں کہ خلافت نہیں ہے تو ہم کیا

کریں؟ اس کا ایک ہی جواب ہے کہ جو مسلمان اپنی ذمہ داری کو سمجھ لیں اور اللہ کے اس وعدے ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ...﴾ کا مصداق بننا چاہیں تو وہ کھڑے ہوں، جمع ہو کر ایک جماعت بنائیں، کسی ایک امیر کے ہاتھ پر بیعت سمع و طاعت فی المعروف کریں، پھر اس نظام کے لیے جدوجہد کریں اور اس نظام کو برپا کریں۔

ظاہر بات ہے کہ یہ نظام سب سے پہلے کسی ایک ملک میں قائم ہوگا اور پھر اس کی توسیع ہوگی۔ حضور ﷺ بھی پوری دنیا میں ایک دم اس نظام کو نہیں لا سکے۔ آخر اس دنیا کے کچھ قوانین فطرت ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی ذاتی جدوجہد اور صحابہ کرام ؓ کی قربانیوں کے نتیجے میں پہلے سرزمین عرب میں وہ نظام برپا ہوا۔ اس کے بعد بات آگے پھیلی تو عراق، شام، مصر، ایران تک یہ معاملہ گیا۔ پھر اِدھر ماوراء النہر تک اور اُدھر آگے لیبیا وغیرہ تک معاملہ پہنچا۔ یعنی پہلے یہ نظام ایک ملک میں قائم ہوا اور پھر اس کی توسیع ہوئی۔ یہی ایک طریقہ ہے محمد عربی ﷺ کا اور یہی طریقہ آج اختیار کیا جاسکتا ہے۔

اگر ہم اس نظام کے لیے جدوجہد کریں گے تو ہم اللہ تعالیٰ کے تین وعدوں کے مستحق ہو جائیں گے جن کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ کاش اللہ تعالیٰ اس سرزمین پاکستان کو نظامِ خلافت کا نقطۂ آغاز بنائے، جو اس وقت باہمی خلفشار، انتشار، طرح طرح کے جھگڑوں، نسلی و گروہی فسادات، نفاقِ عملی، نفاقِ باہمی اور نفاقِ قلبی جیسے مصائب و مسائل کا شکار ہے۔ خدانخواستہ جو بھٹیاں یہاں کبھی دہک رہی تھیں کہیں وہ دوبارہ نہ بھڑک اٹھیں۔ اندرون سندھ میں وہی شکل ہوسکتی ہے۔ بیرونی حالات نہایت خراب ہیں، جبکہ اندرونی خلفشار بھی بے قابو ہو رہا ہے۔ ہر آنے والی نئی حکومت میں ایک سے ایک بڑا اسکینڈل سامنے آتا ہے۔

ہمیں ایک قوم کی حیثیت سے سوچنا چاہیے کہ درحقیقت ہم کس خلفشار اور کس خوفناک انجام کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اس کے باوجود نا اُمیدی میں بھی اُمید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے، جس کو انگریزی میں کہتے ہیں: Hoping against hope۔ سورۂ یوسف میں فرمایا گیا ہے: ﴿لَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ﴾ (آیت: 87) کہ اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو۔ اس لیے میں تو پھر بھی اُمید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے اور مسلمانانِ پاکستان کو اس کی سعادت عطا فرمائے کہ وہ خلافت کا نظام پہلے اس ملک میں قائم کریں۔ پھر جب اس کی برکات ظاہر ہوں گی تو یقیناً پوری دنیا دیکھے گی اور باقی ممالک بھی خلافت کی طرف آئیں گے۔ دُنیا تو در در کی ٹھوکریں کھا رہی ہے۔ ایک تجربہ کمیونزم کا کیا تو وہ ناکام ہو گیا، اب کوئی اور تجربہ کریں گے اور پھر ٹھوکر کھائیں گے۔ اس لیے کہ ہدایت آسمانی اور محمد رسول اللہ ﷺ کا لایا ہوا نظام تو خود مسلمان قائم نہیں کر رہے ہیں۔ مسلمان خود اپنے وجود کے ذریعے سے گویا اس کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔

اللہ ربّ العزت کے تین وعدے

آیت استخلاف میں ایمان والوں سے اللہ تعالیٰ کے تین پختہ وعدوں کا بیان ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ امید سے انسان کے اندر عزم و حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔ اگر اُمید ہو تو ہمت بندھتی ہے، کام کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور برقرار رہتا ہے۔ اور اگر اُمید دم توڑ جائے تو پھر قویٰ بھی مضمحل ہو جاتے ہیں، ہمت جواب دے دیتی ہے اور کمر ٹوٹ کر رہ جاتی ہے۔ تو اللہ کے یہ وعدے ہمارے لیے امید کا سہارا ہیں۔ فرمایا: ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''(اے مسلمانو!) اللہ کا وعدہ ہے تم میں سے اُن لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور عمل صالح کا حق ادا کریں''۔ پہلا وعدہ یہ ہے: ﴿لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠﴾ ''کہ لازماً وہ انہیں زمین میں خلافت (غلبہ) عطا کرے گا جیسے کہ اُس نے ان سے پہلے والوں کو خلافت عطا کی تھی''۔ دوسرا وعدہ ہے: ﴿وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ﴾ ''اور تمکن عطا فرمائے گا اُن کے لیے اُن کے دین کو جو اُس نے اُن کے لیے پسند کرلیا ہے''------ سورۃ المائدۃ بھی تقریباً 6_7 ہجری میں نازل ہوئی ہے اور اس میں یہ آیت موجود ہے: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ﴾ (آیت: 3) ''آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت کا اِتمام فرما دیا ہے اور تمہارے لیے میں نے اسلام کو بحیثیت دین پسند کر لیا ہے'' -------جبکہ تیسرا وعدہ ہے: ﴿وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ﴾ ''اور لازماً وہ بدل دے گا ان کے خوف کی حالت کو امن کی حالت میں۔''

جو لوگ عربی زبان کی معمولی شدبد بھی رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ عربی زبان میں کسی وعدے پر تاکید کا اس سے بڑھ کر کوئی اسلوب نہیں ہے کہ فعل مضارع کے شروع میں لام مفتوح اور آخر میں نون مشدد لایا جائے۔ یہاں ان تینوں وعدوں میں یہی انتہائی تاکید کا اسلوب اختیار کیا گیا ہے: لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ ... لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمْ ... لَيُبَدِّلَنَّهُمْ ... یعنی وہ انہیں لازماً خلافت عطا فرمائے گا......وہ لازماً اُن کے لیے دین کو تمکن عطا فرمائے گا...... وہ لازماً اُن کی خوف کی حالت کو امن سے بدل دے گا۔ یہ خوف کی حالت امن سے تب بدلتی ہے جب دشمن کے اندر طاقت نہ رہے اور دشمن زیر ہو جائے۔ اگر دشمن برابر کا ہے یا دشمن قوی ہے تو ہر وقت حملے کا اندیشہ رہتا ہے۔ ہجرت کے بعد ابتدائی دنوں میں مدینہ منورہ میں ہر وقت یہ کیفیت طاری رہتی تھی کہ پتا نہیں کب حملہ ہو جائے اور منافقین اس قسم کی افواہیں اڑاتے رہتے تھے تاکہ مسلمانوں کے حوصلے پست ہوں۔ تو یہ جو خوف کی سی کیفیت رہتی تھی اس کو اللہ تعالیٰ نے امن سے بدل دیا۔ اللہ ربّ العزت نے ان تینوں وعدوں کو پہلے صحابہ کرام ؓ کے ساتھ پورا فرمایا تھا، اس لیے کہ انہوں نے ایمان اور عمل صالح کی دونوں شرطیں پوری کیں، جدوجہد کی، قربانیاں دیں اور جس وقت جو تقاضا آیا اس کے سامنے سر تسلیم خم کیا۔ (جاری ہے)

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر رفیق تنظیم کو اپنی دو بیٹیوں، عمر 33 سال، تعلیم پی ایچ ڈی (مائیکرو بیالوجی) اور عمر 31 سال، تعلیم ایم فل (مائیکرو بیالوجی) کے لیے لاہور، اسلام آباد اور گرد و نواح سے دینی مزاج کے حامل لڑکوں کے رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ: 0322-4077566

اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کر لیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

فوری الیکشن پی ڈی ایم کے مفاد میں ہیں کیونکہ جتنی تاخیر ہوگی مہنگائی اور سیلاب کے اثرات کی وجہ سے موجودہ حکومت کی مقبولیت میں کمی آئے گی: ایوب بیگ مرزا

اس وقت شاید مسائل کا فوری حل الیکشن ہی ہیں تاکہ نئی حکومت عوامی اعتماد کے ساتھ آئے اور بڑے فیصلے لینا شروع کرے: رضاء الحق

پاکستان کی بدلتی سیاسی، معاشی اور عسکری صورت حال کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: ڈاکٹر حافظ محمد حبیب اسلم

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: پی ٹی آئی کی کور کمیٹی نے توثیق کی ہے کہ پنجاب اور کے پی کے اسمبلیاں توڑ دی جائیں گی۔ کیا یہ ان کے لیے عملاً ممکن بھی ہے یا یہ ایک پریشر گیم ہے اور ملکی سیاست پر اس کے کیا اثرات مرتب ہو سکتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: معاملہ یہ ہے عمران خان کی حکومت کو 10 اپریل کو ختم کر دیا گیا تھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ 10 اپریل سے آج تک وہ ایک دن بھی چین سے نہ خود بیٹھے ہیں نہ کسی کو بیٹھنے دیا ہے تو درست ہوگا۔ وہ بہت سرگرم اور متحرک رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے پہلے 25 مئی کو ایک لانگ مارچ کیا اور 25 مئی کا تشدد بھی بڑا مشہور ہوا۔ کیونکہ اس وقت صوبہ پنجاب میں نون لیگ کی حکومت تھی تو ان پر کافی لاٹھی چارج اور تشدد ہوا جس کی وہ آج تک دوہائی دیتے ہیں۔ پھر جب وہ اسلام آباد پہنچ گئے تو وہ ڈی چوک نہیں گئے۔ حالانکہ پروگرام یہ تھا کہ ڈی چوک جایا جائے اور باقاعدہ اپنا احتجاج پیک پر پہنچایا جائے لیکن وہ نہیں گئے۔ اس پر اکثر لوگوں (سیاسی مبصرین) نے اسے ان کی سیاسی ناکامی قرار دیا۔ ایک پسپائی تھی جس کا ان کے سپوٹرز پر بھی اثر آیا تب بھی انہوں نے کہا تھا کہ میں یہی لانگ مارچ دوبارہ کروں گا۔ اب جو دوبارہ لانگ مارچ شروع ہوا جو غالباً 28 اکتوبر سے شروع ہوا اس کا انداز مختلف اختیار کیا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کے نقطہ نظر سے یہ زیادہ بہتر تھا کہ وہ لانگ مارچ کو آغاز سے لے کر آخر تک ایک ہی طرح کے لوگوں کو لے کر نہیں گئے بلکہ وہ علاقے کے لوگوں کو اپنے ساتھ ملاتے رہے۔ مثال کے طور پر جن لوگوں کو لاہور کے اندر سے نکالا ان کو شاہدرہ تک لے گئے۔ شاہدرہ سے آگے مریدکے وغیرہ کے لوگ شامل ہوئے۔ اس سے ایسا لگا کہ زیادہ لوگ ہیں اور ہر علاقے کے لوگ ان کے ساتھ تعاون کر رہے ہیں۔ پھر وزیر آباد جا کر ایک سانحہ ہو گیا جس میں عمران خان کو گولیاں لگیں اور ان کے کچھ ساتھی زخمی بھی ہوئے۔ اس کے بعد کچھ دنوں کے لیے یہ لانگ مارچ معطل ہوئی۔ لیکن پھر انہوں نے دوبارہ لانگ مارچ کو اسد عمر اور شاہ محمود قریشی کی قیادت میں روانہ کیا کیونکہ وہ خود نہیں جا سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے اعلان کیا کہ میں 26 نومبر کو راولپنڈی میں لانگ مارچ کو جوائن کروں گا جس میں میں حکومت کو سرپرائز دوں گا۔ اب لوگ سمجھ رہے تھے کہ یہ محض سیاسی بیان ہے کہ 26 نومبر کو وہ کیا کرتے ہیں۔ لیکن وہ بار بار راولپنڈی کا نام لے رہے تھے وہ اسلام آباد کا نام نہیں لے رہے تھے۔ ویسے سمجھا یہی جاتا تھا کہ وہ اسلام آباد جائیں گے اور حکومت کو مفلوج کریں گے۔ ویسے انہوں نے پہلے بھی راولپنڈی کا نام لیا تھا لیکن حملے کے بعد خاص طور پر راولپنڈی ہی فوکس ہو گیا تھا اور بعض لوگوں نے یہ تاثر بھی لیا تھا کہ چونکہ فوج کا ہیڈ کوارٹر راولپنڈی میں ہے تو اب وہ اسٹیبلشمنٹ کو خاص طور پر ٹارگٹ کر رہے ہیں۔ اب اس معاملے میں بالکل کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ راولپنڈی آ کر آگے انہوں نے اسلام آباد جانا ہے، یا راولپنڈی میں دھرنا دینا ہے یا وہاں جلسہ کرنا ہے۔ اس حوالے سے پی ٹی آئی کے لوگوں سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ معاملہ چیئرمین نے اپنے تک رکھا ہوا ہے کہ کیا کرنا ہے۔ ہم تو یہی سمجھے تھے کہ یہ صرف کہنے کی بات ہے لیکن بعد میں ثابت ہوا کہ وہ ان کی ذات تک ہی محدود تھا۔ کیونکہ اسی وقت ایک چینل پر شاہ محمود قریشی کا انٹرویو سامنے آیا جس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ اس معاملے میں شاہ محمود کا ان سے کوئی مشورہ نہیں ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بنیادی طور پر اچھی بات نہیں ہے کہ آپ اپنے قریبی ساتھیوں کو بھی نظر انداز کر دیں لیکن بعض مرتبہ کچھ ٹیکنیکل موو لیڈر کو اپنی ذات تک محدود رکھنی پڑتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے وہاں تقریر میں پہلے وہی پرانی باتیں کہ چور ہیں، لٹیرے ہیں وغیرہ لیکن اس کے ساتھ یہ اعلان بھی کر دیا کہ اب تحریک انصاف اس فرسودہ اور گندے نظام سے ہی باہر آ رہی ہے اور ہم استعفے دے رہے ہیں۔ مجھے یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ وہ استعفے دینے سے فرسودہ اور غلط نظام سے باہر کیسے آ گئے۔ وہاں صرف اتنی بات ہوئی لیکن بعد میں جب وہ زمان پارک میں آئے ہیں تو یہ بات سامنے آنی شروع ہو گئی کہ وہ پنجاب اور کے پی کی اسمبلیاں dissolve کرنا چاہ رہے ہیں۔

سوال: کیا استعفے دینے والا کام risky نہیں تھا؟

ایوب بیگ مرزا: یقیناً risky تھا لیکن risky عمل عموماً زیادہ سود مند ہوتا ہے۔ میرے خیال میں ان کے لیے استعفے دینا سود مند نہیں تھا۔ ہونا یہ چاہیے کہ اگر عمران خان نئے الیکشن چاہتے ہیں تو انہیں پنجاب اور کے پی کے اسمبلیاں توڑ دینی چاہئیں۔ بہرحال دو دنوں کے بعد انہوں نے کنفرم کر دیا کہ ہم دونوں اسمبلیاں توڑ رہے ہیں لیکن سمجھ نہیں آ رہی کہ ابھی تک وہ توڑی کیوں نہیں گئیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ انہوں نے ایک زبردست مووکی ہے کہ اسمبلیاں توڑ دی جائیں کیونکہ پنجاب اور کے پی کے

اسمبلیاں توڑنے کا مطلب ہوا کہ 80 فیصد پاکستان تو الگ ہوگیا تو پیچھے کیا رہ جاتا تھا کہ جس میں عمران کے مخالفین نے حکومت کرنی تھی اور پھر الیکشن نہ کروانا کس حد تک ممکن رہتا۔

سوال: کیا ان کے لیے عملاً ممکن ہے کہ اسمبلیاں توڑ دیں؟ کوئی رکاوٹ تو نہیں ہے؟

ایوب بیگ مرزا: میرے خیال میں ان کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ہے سوائے اپنے اندر کی کمزوری کے۔

سوال: اگر اسمبلیاں توڑ دی جائیں تو پی ڈی ایم کی حکومت کے پاس کیا لائحہ عمل ہوگا؟ ان کے پاس کوئی آپشن ہے یا ان کو بالآخر الیکشن کی طرف ہی جانا پڑے گا؟

رضاء الحق: بنیادی سوال یہی سامنے آتا ہے کہ پی ڈی ایم حکومت کیوں الیکشن کی ڈیٹ دے؟ 10 اپریل کے بعد جب پی ڈی ایم کی حکومت قائم ہوئی تو اس کا بیانیہ تھا کہ عمران خان اپنے آخری دور میں مقبولیت کی کم ترین سطح پر تھے، اس سے پہلے ضمنی انتخابات میں بھی ان کو مختلف سیٹوں پر شکست ہوئی۔ چونکہ اکانومی کنٹرول میں نہیں آرہی تھی تو اس کی وجہ سے واقعی ان کی مقبولیت کم ترین سطح پر آگئی تھی بہرحال پی ڈی ایم کی جماعتیں برسراقتدار آگئیں۔ پی ڈی ایم کی حکومت میں دو چیزیں ساتھ ساتھ چلیں۔ ایک معاشی بحران تھا جس کی وجہ سے آئی ایم ایف کا پروگرام جاری رکھنے کے لیے بہت سخت شرائط کو قبول کیا گیا۔ ہم اصولی طور پر آئی ایم ایف کے معاہدوں کے خلاف ہیں لیکن جو زمینی حقائق ہیں ان کے مطابق عوام پر بہت سخت معاشی پریشر آیا۔ مہنگائی اور ڈالر کی قیمت کی وجہ سے پاکستان کی انڈسٹری بیٹھ گئی۔ ایکسپورٹس ختم ہوگئیں۔ بہرحال ہر صورت میں ہماری اکانومی نیچے ہی گئی ہے اور لوگوں کی معاشی بدحالی میں اضافہ ہوا۔ دوسری طرف جس دن عمران خان حکومت سے نکلے ہیں اسی دن عوام ان کے حق میں آگئے یہ دونوں چیزیں متوازی جاری ہیں۔ معیشت کے بارے میں پہلے سے معلوم تھا کہ اس نے نیچے جانا ہے۔ پی ڈی ایم نے اقتدار میں آنا تھا اور اقتدار میں آنا بہت بڑا فیکٹر ہوتا ہے کیونکہ اقتدار میں آئیں گے تو کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا لیکن پی ڈی ایم کی جو پالیسیز تھیں ان کی وجہ سے ان کی مقبولیت کم ہونی ہی تھی سب کو معلوم تھا۔ دوسری طرف عمران خان کی مقبولیت سڑکوں پہ بھی نظر آئی، غالباً وہ ساٹھ سے زیادہ جلسے کر چکے ہیں اور انہوں نے اپنا عوامی رابطہ قائم رکھا۔ چنانچہ عوام نے بھی ان کو سپورٹ کیا اور پھر ان کو ضمنی انتخابات میں بھی کامیابی ملی۔ اس عرصے کے دوران عوام کے شعور میں بیداری کی لہر بڑھی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان میں گزشتہ کچھ عرصے کے دوران اینٹی اسٹیبلشمنٹ بیانیہ کو پذیرائی ملی ہے۔ ان سارے فیکٹرز کو جب ہم دیکھتے ہیں تو پی ڈی ایم اس وقت پی ٹی آئی کے مقابلے میں جیتنے کی پوزیشن میں نظر نہیں آتی۔ ایسی گیم بن چکی ہے کہ جس میں ایک کو فائدہ اور دوسرے کو نقصان ہونا ہے۔ ان کو نظر آرہا ہے کہ اگر فوری یا بدیر الیکشنز ہوتے ہیں تو پھر بھی وہ اپنی مقبولیت اور ملکی معاشی حالات کو ریکور نہیں کر پائیں گے۔

سوال: کیا نیب سے اپنے کیسز ختم کروانا پی ڈی ایم کے لیے زیادہ نقصان دہ ثابت ہوا؟

> **پی ڈی ایم نے اقتدار میں آنے سے پہلے ہی اہداف طے کیے ہوئے تھے۔ پیپلز پارٹی کے سربراہ آصف علی زرداری کا بیان آن ریکارڈ ہے کہ ہم حکومت میں آکر نیب اور اوورسیز ووٹنگ وغیرہ کو ختم کریں گے۔**

رضاء الحق: پی ڈی ایم نے اقتدار میں آنے سے پہلے ہی ٹارگٹس سیٹ کیے ہوئے تھے۔ پیپلز پارٹی کے سربراہ آصف علی زرداری اقتدار میں آنے کی کھینچا تانی کے دوران آن ریکارڈ ہیں کہ ہم آکر نیب، اوورسیز ووٹنگ وغیرہ کو ختم کریں گے۔ یہ بھی سمجھ آرہا تھا کہ وہ جو کرنا چاہ رہے ہیں اس سے ان کے بیانیہ پر اثر پڑے گا۔ اسٹیبلشمنٹ کے انوالو ہونے سے بھی ان کے بیانیہ پر اثر پڑا، چاہے اسٹیبلشمنٹ کہتی رہی کہ ہم سیاست میں انوالو نہیں ہیں لیکن بہرحال سیاست میں ایک سائیڈ یا دوسری سائیڈ کا عمل دخل رہا ہے۔ پی ڈی ایم یہ سمجھ رہی ہے کہ اقتدار میں آنے کی وجہ سے اور سخت معاشی فیصلوں کی وجہ سے ہم نے جو نقصان اٹھایا ہے وہ کسی طرح پورا کر لیں گے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان میں آئین انتہائی مبہم ہے لہٰذا ہم عدالتوں میں لے جا کر اس معاملے کو طول دے سکتے ہیں۔ لیکن لوگوں کی صائب رائے یہی ہے کہ اگر پی ڈی ایم حکومت میں رہتی ہے اور جتنا الیکشن میں تاخیر کرتی ہے اتنا ہی ان کا سیاسی کیپیٹل گرتا جائے گا۔ بہتر یہی ہے کہ وہ عام انتخابات کا اعلان کریں تاکہ ان کی کچھ سٹینڈنگ بن سکے۔ کیونکہ پی ٹی آئی کی بظاہر جو عوامی مقبولیت نظر آرہی ہے وہ اتنی جلدی ختم ہونے والی نہیں ہے چاہے ایک سال بعد ہی الیکشن ہوں۔ لہٰذا پی ڈی ایم کو چاہیے کہ وہ اپنے مستقبل کے بارے میں بہتر سوچے۔

ڈاکٹر محمد حسیب اسلم: آپ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم مان لیتے ہیں کہ پی ڈی ایم کا بیانیہ ٹھیک ہے کہ ہماری حکومت کو پورا وقت ملنا چاہیے۔ لیکن دوسری طرف خان صاحب ان کو چین سے بیٹھنے نہیں دے رہے۔ ہم تھوڑی دیر کے لیے تسلیم کرلیں کہ خان صاحب زیادتی کر رہے ہیں، ان کو صبر کرنا چاہیے۔ لیکن پھر بھی زمینی حقائق ایسے ہیں کہ اب ان کے پاس الیکشن کرانے کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ کیونکہ خان صاحب نے ابھی آرام سے بیٹھنا نہیں ہے اور اب اسمبلیاں ٹوٹیں گی تو مزید پریشر پڑے گا۔ دوسرا یہ کہ معاشی صورت حال اتنی جلدی سنبھلنے والی نہیں ہے اور مزید خراب ہوتی جائے گی۔ پھر سیلاب کے اثرات بھی ابھی آنے ہیں۔

رضاء الحق: سیلاب کے متاثرین کی بحالی کے لیے تقریباً 32 بلین ڈالرز چاہئیں۔ اتنی بڑی رقم کہاں سے ہماری حکومت اکٹھا کرے گی۔ اس وقت ہمارے پاس 8.3 بلین ڈالر ریزرو ہیں۔ ایشین انفراسٹرکچر ڈویلپمنٹ بینک نے پانچ سو ملین ڈالرز چند دن پہلے دیے ہیں۔ پانچ بلین ڈالرز ایسے ہیں جو چین اور سعودی عرب نے ہمارے پاس رکھوائے ہوئے ہیں وہ ہمارے اپنے نہیں ہیں، وہ کسی وقت بھی واپس لے سکتے ہیں۔ ڈیفالٹ کا خطرہ ہے یا نہیں یہ الگ بحث ہے لیکن ان سب معاملات کو حل کرنے کے لیے اس وقت ہماری معاشی پوزیشن نہیں ہے۔ اب جس طرح الیکشن کی بات ہو رہی ہے۔ دو مرتبہ الیکشن کروائیں گے یعنی ایک مرتبہ صوبائی اسمبلیوں کے اور پھر قومی اسمبلیوں کے تو دو مرتبہ خرچہ کرنا پڑے گا۔ الیکشن کمیشن کے اعداد و شمار کے مطابق کے پی کے اور پنجاب کے الیکشن کروانے کے لیے 22 ارب روپے چاہیے ہوں گے۔ اس کے بعد دوبارہ الیکشن کروانے پڑے تو مزید پیسے چاہئیں لہٰذا اس سے بہتر ہے کہ ایک ساتھ سارے الیکشن کرانے کا اعلان کر دیا جائے۔ اس وقت شاید بحران کا فوری حل الیکشن ہی ہیں تاکہ نئی حکومت عوامی اعتماد کے ساتھ آئے اور بڑے فیصلے لینا شروع کر دے۔

ڈاکٹر محمد حسیب اسلم: اگر پی ڈی ایم کے نقطہ نظر سے بھی دیکھا جائے تو سیلاب کے اثرات ابھی آنے ہیں، وہ فرض کریں تین چار مہینے کے بعد آتے ہیں اور الیکشن ابھی ہو جاتے ہیں اور عمران خان کی حکومت آجاتی ہے تو سیلاب کے اثرات کا پریشر ان کی حکومت پر

پڑے گا۔ جس دن وہ حکومت میں آئیں گے اس دن سے ہی ان کی مقبولیت کا گراف گرنا شروع ہو جائے گا کیونکہ عوام میں صبر اتنا نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ بات پی ڈی ایم کے حق میں جاتی ہے کہ اگر وہ جلد الیکشن کی بات قبول کرتے ہیں۔ جب ضمنی الیکشن ہوئے تھے تو پی ٹی آئی کی کامیابی کو مریم نواز صاحبہ نے تسلیم کیا تھا جس کو لوگوں نے پسند کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ابھی بھی پی ڈی ایم کا ووٹ بنک اتنا ڈاؤن نہیں گیا۔ ابھی پی ڈی ایم کی سیاسی موت نہیں ہوئی۔ اب بھی اگر وہ یہ کہہ کر الیکشن کی تاریخ دے دیتے ہیں کہ ہم نے ملک کو سیاسی افراتفری سے بچانے کے لیے یہ قدم اٹھایا جبکہ عمران خان زیادتی کر رہے ہیں تو وہ عوام میں اپنا اخلاقی سٹینڈنگ بحال کر سکتے ہیں لیکن اگر وہ معاملے کو ایسے لٹکاتے چلے گئے تو عوام ان سے مزید متنفر ہو جائیں گے۔

ایوب بیگ مرزا: پی ٹی آئی نے اسمبلیاں توڑنے کا اعلان کیا ہے اور عمران خان صاحب کا یوٹرن بڑا مشہور ہے۔ فرض کریں اگر وہ اسمبلیاں نہیں توڑتے اور یوٹرن لے لیتے ہیں۔ کیونکہ ابھی بات ہوئی نہیں بلکہ ہو رہی ہے اور جو بات ہو رہی ہو اس کے بارے میں یقین سے تو نہیں کہہ سکتے لیکن توقع ہے کہ وہ توڑ دیں گے۔ اگر اسمبلیاں توڑنے کے نتیجے میں پنجاب اور کے پی کے میں صوبائی انتخابات ہوتے ہیں تو سمجھ لیجیے کہ پاکستان کے ستر فیصد الیکشن ہو گئے اس کے نتیجے میں دونوں جگہ پی ٹی آئی اقتدار میں آ جاتی ہے۔ پھر چھ یا سات ماہ کے بعد ایک تو سیلاب کے اثرات آئے ہوں گے اور مہنگائی میں مزید اضافہ ہوا ہوگا۔ پھر جب الیکشن ہو رہے ہوں گے تو عام حالات میں نگران حکومت ہوتی ہے لیکن اب جو الیکشن ہوں گے تو وہاں پی ٹی آئی کی حکومت ہوگی تو یہ بھی پی ڈی ایم کے لیے نقصان دہ ہوگا۔ اس لیے یہ بات پی ڈی ایم حکومت کے حق میں جاتی ہے کہ وہ اس وقت الیکشن کروائے۔ یہ بات ان کے خلاف نہیں جاتی۔ بہرحال آگے تین چار ہفتوں میں کیا ہوتا ہے تب ہم یقینی بات کہہ سکیں گے۔ ایسا نہیں ہے کہ پنجاب میں پی ٹی آئی ہی آل اینڈ آل ہے بلکہ ابھی یہاں نون کا ووٹ بنک محفوظ ہے۔ اگر اس وقت الیکشن ہوں گے تو اچھا خاصا مقابلہ ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر چھ سات ماہ کی مزید تاخیر ہوتی ہے تو پی ڈی ایم حکومت شاید مقابلے کی پوزیشن میں بھی نہیں رہے گی۔ اگرچہ نون کا ووٹ کے پی کے میں نہیں ہے البتہ وہاں مقابلے میں جے یو آئی ہے لیکن اس کی پوزیشن کمزور ہے۔ کیونکہ اگر وہاں مولانا قاسم ہار سکتے ہیں تو کوئی بھی ہار سکتا ہے۔ لہٰذا جو بھی اس وقت ووٹ بنک بچا ہے اس سے فائدہ اٹھا کر وہ الیکشن میں جائیں تو کوئی بڑی بات نہیں ہے تین چار ماہ میں کون جیتتا ہے اور کون ہارتا ہے کوئی بات حتمی نہیں کہی جا سکتی۔

سوال: ماضی قریب میں سیاست میں بداخلاقی اور بدتہذیبی کا معاملہ حد سے بڑھتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اب حال ہی میں ایک مذہبی شناخت رکھنے والے سیاسی لیڈر کی طرف سے غیر اخلاقی پر مبنی بات سامنے آئی ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ اس وجہ سے عوام میں مذہبی لوگوں کی رہی سہی پوزیشن بھی ڈاؤن نہیں ہو رہی؟

ایوب بیگ مرزا: یقیناً یہ بات بڑی افسوس ناک ہے۔ سیاست میں جو گندگی آ چکی ہے اس میں لبرل اور سیکولر جماعتیں ایک دوسرے کا مقابلہ کر رہی تھیں لیکن اب ایک مذہبی سیاستدان نے ایسا کام کیا ہے جس کی وجہ سے نہ صرف مذہبی سیاسی جماعتوں کی بلکہ تمام مذہبی لوگوں کی پوزیشن خراب ہوئی ہے۔ یہ نہیں ہونا چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ مذہبی جماعتوں کو اس کی مذمت کرنی چاہیے۔ اولاً ان صاحب کو چاہیے کہ اپنے الفاظ واپس لے لیں۔ اس سے ان کی عزت میں کمی نہیں آئے گی بلکہ عزت میں اضافہ ہوگا۔ میرے خیال میں یہ سیاسی ڈپریشن کا نتیجہ ہے، مایوس ہو گئے ہیں اب دلیل سے کوئی بات ہو نہیں رہی تو وہ اس طرح کی باتوں کی طرف آ گئے۔

سوال: معاشی بحران کے حوالے سے دو آپشنز ہیں۔ ایک یہ ہے کہ فوری الیکشن کروائے جائیں گے جس سے سیاسی استحکام آئے گا تو ہی معاشی استحکام آ سکتا ہے۔ دوسری طرف حکومت کہتی ہے کہ اپوزیشن نے الیکشن کی رٹ لگائی ہوئی ہے اس کی بجائے وہ ہم سے معاشی میثاق کیوں نہیں کر لیتی یعنی معیشت کے لیے سر جوڑ کر بیٹھیں۔ اس پوری بحث کا حل کیا ہے؟

رضاء الحق: اس وقت دیکھا جائے تو عالمی معیشت بھی زوال کی طرف جا رہی ہے۔ بنیادی طور پر دنیا کی معیشت کے لیے سود سب سے زیادہ نقصان دہ ہے۔ عام طور پر ہمارے ہاں مثال دے دی جاتی ہے کہ پاکستان میں سود کے ریٹ کو بڑھا دیا گیا جبکہ بہت سارے ممالک سود کے ریٹ کو زیرو کے قریب لے آئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جس معیشت میں سود کو بنیادی کردار حاصل ہو وہ ہمیشہ نقصان میں ہی رہے گی تاریخ میں یہی ہوتا رہا ہے۔ ہمارا بیرونی سود تو زیادہ ہے ہی اندرونی سود اُس سے بھی بہت زیادہ ہے اس کو بھی ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ معیشت کو بہتر کرنے کے لیے بنیادی باتیں ہیں۔ پھر کرپشن معیشت کے لیے سب سے بڑا ناسور ہے۔ کرپشن کے معاملے کو پاکستان میں اتنی اہمیت نہیں دی جاتی۔ کئی لوگ جو کرپشن کے عادی ہوتے ہیں وہ اس کے حق میں دلائل دینے لگتے ہیں کہ اس میں خرابی ہی کیا ہے۔ ہمارے ادارے کہتے ہیں کہ کرپشن کا ایک پورا کلچر بن گیا ہوا ہے چنانچہ بہت سارے لوگوں کے فیملی ممبرز کے آمدن سے زائد اثاثہ سامنے آئے تو وہ یہ کہہ کر defend کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ تو ہمارے فیملی ممبرز کی بات ہے، ان کے بارے میں ہم سے نہ پوچھیں حالانکہ نام تو ان کا ہی استعمال ہو رہا ہے کیونکہ وہ پبلک آفس ہولڈر ہیں۔

ڈاکٹر محمد حسیب اسلم: آپ نے سود اور کرپشن کی بات کی ہے۔ ان دونوں چیزوں کے ملنے سے ایک nexus وجود میں آتا ہے۔ عالمی لیول پر غریب قوموں میں یہ ہوتا ہے کہ وہاں کرپشن ہوتی ہے۔ ان کے سربراہان کرپشن کا پیسہ دوسرے ملکوں میں لے جا کر رکھتے ہیں۔ جس سے اس ملک میں دولت کی کمی ہو جاتی ہے، اب وہ پھر سود پر ان ملکوں سے قرضہ لینے جاتے ہیں جن کے پاس اپنی ہی دولت رکھوائی ہوتی ہے۔ پھر سود کی قسط دینے کے لیے مزید سود پر قرضہ لیتے ہیں اور جو پیسہ آتا ہے اس میں مزید کرپشن ہوتی ہے۔ یہ مل کر ایک جال بنتا ہے۔

سوال: گزشتہ کچھ عرصے سے عوام اور اسٹیبلشمنٹ کے درمیان کلیش تک بات جاتی نظر آ رہی تھی جو کسی بھی ملک کے لیے بڑی خطرناک ہے اور ہمارے ملک کے لیے تو زیادہ خطرناک ہے۔ دشمن اس کا ناجائز فائدہ اٹھا رہا تھا۔ بھارت میں میڈیا پر کس کس طرح کی باتیں آ رہی تھیں۔ حالیہ آرمی چیف کی تبدیلی سے کوئی مثبت پہلو سامنے آئے گا؟

ایوب بیگ مرزا: یہ کہا جاتا ہے کہ پاکستان میں آج تک کسی بھی وزیراعظم نے اپنی مدت پوری نہیں کی۔ اصل میں وزیراعظم کی کوئی آئینی مدت نہیں ہوتی بلکہ آئینی مدت اسمبلی کی ہوتی ہے۔ ہم نے دیکھا کہ 2008ء اور 2013ء کی اسمبلیوں نے اپنی آئینی مدت پوری کی اگرچہ وزیراعظم تب بھی بدلے گئے۔ 1951ء سے لے کر آج تک جو بھی وزیراعظم تھے وہ اسٹیبلشمنٹ کی مداخلت

کے بغیر نہیں بدلے گئے۔ یہ بات بالکل واضح ہے۔ لیکن اس کے باوجود تنازع اتنا نہیں بڑھا کہ عوام اور اسٹیبلشمنٹ آمنے سامنے آ گئے ہوں۔ اس سے پہلے وہ لیڈر بھی کھل کر سامنے نہیں آیا جس کو نکالا گیا اور نہ فوج نے ظاہری طور پر کوئی ایسی بات کی جس سے باقاعدہ کوئی تصادم کی شکل بنے۔ لیکن اپریل 2022ء میں جب عمران خان کو نکالا گیا تو مسئلہ تھوڑا سا بڑھ گیا۔ عمران خان کے بقول اس میں نہ صرف اسٹیبلشمنٹ ملوث تھی بلکہ غیر ملکی قوت بھی ملوث تھی۔ یہ غیر ملکی قوت کا معاملہ جب عوام کے سامنے آیا تو اس نے اسٹیبلشمنٹ کو اس کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ چنانچہ عمران خان نے اس کو خوب اچھالا اور عوام نے ان کے بیانیہ کو آگے بڑھایا۔ پھر غلط کام یہ ہوا کہ پی ٹی آئی اور عمران خان کی طرف سے ضرورت سے بڑھ کر اسٹیبلشمنٹ کے خلاف بیان دیے گئے، ایسے الفاظ استعمال کیے گئے جو نہیں کرنے چاہیے تھے۔ ان الفاظ کے استعمال کی وجہ سے دوری اور خلیج مزید بڑھ گئی اور یہ ہونی نہیں چاہیے تھی۔ دیکھیے! اسٹیبلشمنٹ نے تو عوام کے سامنے آنا نہیں ہوتا، عوام کے سامنے تو سیاسی لیڈر آتا ہے۔ سیاسی لیڈر نے اپنا بیانیہ عوام کے ذہن میں راسخ کر دیا اور عوام اس کے پیچھے لگ گئی۔ اس لیے وہ دوری پیدا ہوگئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ عمران خان بھی ادارے کے خلاف کچھ نہیں کہہ رہا تھا وہ بھی بعض افراد کے خلاف کہہ رہا تھا۔ اب جب کہ کمان بدل گئی ہے تو مجھے یقین ہے کہ وہ دوری کافی حد تک کم ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ! میں سمجھتا ہوں کہ اب سیاسی قیادتوں کو بھی بڑی سمجھداری سے کام لینا چاہیے اور نئی قیادت کا استقبال کرنا چاہیے اور ایک دوستانہ ماحول پیدا کرنا چاہیے۔ اسٹیبلشمنٹ یا فوج ہماری جغرافیائی سرحدوں کی محافظ ہے۔ مذہبی جماعتیں کہتی ہیں کہ ہم نظریاتی سرحدوں کے محافظ ہیں اور نظریاتی سرحدوں کی حفاظت بھی تب ہی ہو سکے گی اگر جغرافیائی سرحدیں محفوظ رہیں گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت وہ شخص یا وہ پارٹی بہت بڑی مجرم ہوگی جو اس خلیج کو بڑھانے کی کوشش کرے گی۔ اس خلیج کو ختم کر دینا چاہیے اور سیاست دانوں اور اسٹیبلشمنٹ کو شیر و شکر ہو جانا چاہیے۔ ❁❁❁

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

گوشۂ سود

سود کی حرمت کے حوالے سے اعتراضات اور اُن کے جوابات

دوسرا اعتراض: سورۂ آل عمران آیت 130 میں کہا گیا کہ دگنا چوگنا ربوا نہ لو۔ گویا مناسب ربوا لینا جائز ہے۔

جواب: سورۂ آلِ عمران کی یہ آیت جنگِ احد کے بعد 3 ہجری میں نازل ہوئی۔ اس آیت میں دیا گیا حکم عبوری دور کے لیے تھا۔ سود کی ممانعت کا حتمی حکم 9 ہجری میں سورۃ البقرہ آیات 275 اور 280 میں نازل ہوا۔ سورۂ آلِ عمران کی اس آیت میں عبوری دور کے لیے حکم دیا گیا تھا کہ سود مرکب یعنی سود در سود لینا چھوڑ دو۔ کسی ایسے حکم کو جو عبوری دور کے لیے ہو قانون یا دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ مثلاً شراب کی حرمت کے معاملے میں کوئی سورۂ نساء کی آیت: 43 کو دلیل نہیں بنا سکتا کہ ﴿لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى﴾ ''نماز کے قریب مت جاؤ جبکہ تم نشے کی حالت میں ہو'' کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں اس آیت کے حکم پر عمل کرتے ہوئے صرف نماز کے اوقات میں شراب نوشی سے اجتناب کروں گا۔ سود کی ممانعت کے معاملے میں حتمی حکم سورۃ البقرہ آیت 278 میں ہے کہ ﴿وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا﴾ جو کچھ سود میں سے رہ گیا ہے وہ چھوڑ دو۔ قرض دار صرف اصل زر (Principal) واپس لینے کا حقدار ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ آیت 279 میں فرمایا گیا ﴿فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ﴾ یعنی تمہارے لیے صرف اصل زر ہے۔ اصل زر سے زائد جو بھی لیا جائے وہ ظلم ہے جیسا کہ اس آیت میں فرمایا گیا: ﴿لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ﴾ ''نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔''

مزید برآں آیت میں ''بڑھتا چڑھتا سود نہ لو'' کے الفاظ مرکب سود کی شناعت اور خباثت ظاہر کرنے کے لیے ہیں نہ کہ مناسب حد تک سود لینے کے جواز کے لیے۔ سورۂ مائدہ آیت: 44 میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ''میری آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو''۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے بدلے میں خواہ کتنی ہی دنیا کما لی جائے اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس آیت کا یہ مفہوم نہیں کہ اللہ کی آیات کے بدلے میں تھوڑی قیمت لینا حرام اور زیادہ قیمت لینا جائز ہے۔

سورۂ آلِ عمران آیت: 130 کو دلیل بنا کر اگر کوئی سودِ مفرد کو جائز سمجھنے لگے تو یہ بھی درست نہیں کیوں کہ سود سے حاصل ہونے والی رقم کو دوبارہ قرض کے طور پر دینے سے سودِ مرکب ہی کی صورت پیدا ہو جائے گی۔

بحوالہ ''سود: حرمت، خباثتیں، اشکالات''، از حافظ انجینئر نوید احمدؒ

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 230 دن گزر چکے!

Quote on Riba

"We handed the most important belongings of our people — the railroads and the banks — to aliens who 2000 years ago had turned the temple into a house of usury. Back then there was a man who had the bravery to drive out these scoundrels with a whip! If today a national socialist is seen with such a temple-whip, he's thrown into jail."

Thomas Aquinas *(Dominican friar, Catholic priest, and Doctor of the Church)*

تازہ ہوا کا ایک جھونکا

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

آج دنیا پر مغربی تہذیب بے تاج بادشاہ کی طرح بلاشرکت غیرے حکمران ہے۔ پُرشکوہ دمکتے شہر، علم وفن، ایجادات واختراعات، سیٹلائٹ، مواصلاتی ذرائع کی برق رفتاری، ڈیجیٹل ہنگام، دو انگلیوں کی دسترس میں پوری دنیا، زبردست اصطلاحات کے ذریعے دل و دماغ نظریات مٹھی میں! انصاف، معاشی خوشحالی، آزادیٔ اظہار، مساوات، حقوق، فنونِ لطیفہ (اصلاً کثیفہ) روشن خیالی، ترقی! مادہ وقوت کے سوا ہر عقیدے، قدر کے منکر، ان کا دعویٰ الوہیت و ربوبیت۔ انسان ایک برق رفتار بے روح روبوٹ بن گیا۔ گھٹ گئے انسان بڑھ گئے سائے۔ تمام اسباب سے ماورا بالاترین غیبی قوت، ربّ تعالیٰ، جس کے ہاتھ میں کائنات کی زمامِ اقتدار ہے۔ اس کے ہر تصور سے دنیا کو تہی دامن کرنے پر مغربی جنگجویانہ، ہذیانہ کیفیت سے برسرپیکار ہو گئے۔

ہر شعبۂ زندگی سے تصورِ خدا نکالنے کو اسلحہ بردار فوجوں کو اذنِ ہلاکت دے کر جابجا مامور کیا۔ جس میں سبھی قابل ذکر عالمی قوتیں یک جان، یک زبان ہو کر اپنے اپنے دائرہ اختیار میں دامے، درمے، سخنے، قدمے ٹوٹ پڑیں۔ نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں؟! ایسے ہر کس وناکس کو گولیوں، تازیانوں، زندان خانوں، عقوبت خانوں کی نذر کر کے ان پر دہشت گردی، انتہاپسندی، بنیاد پرستی، قدامت پرستی کے لیبل چسپاں کر دیے۔ یہ کوڑا کرکٹ کی طرح نگاہوں سے اوجھل اجتماعی قبروں میں رزقِ خاک بنا دیے گئے۔ نائن الیون کے مارے جانے والے 3 ہزار پر وہ گھن گرج برپا کی، انصاف کی دہائیاں دیں، کہ اقوامِ متحدہ نے جو کشمیر فلسطین پر دھتورا پیئے پڑا تھا، بلاتفتیش ایک گھنٹے میں قرارداد پاس کر کے دو بلڈنگوں کا ملبہ پوری مسلم دنیا پر گرا دیا۔

ایجنڈا محدود نہ تھا۔ انسان سے انسانیت کی حقیقت چھین کر انسانیت پسندی، آزادی کے نعرے دے کر ایک نئی مخلوق کا ڈول ڈالا۔ دنیا سجے سنورے ویرانے میں تبدیل ہو چکی، جہاں دیوانے ہمہ رنگ حلیوں میں پھرتے ہیں۔ انسان کو صرف دو اصناف میں پیدا کیا گیا تھا، مرد اور عورت۔ (تیسری صنف جو دنیا میں کم وبیش صرف 0.018 تا 0.5 فیصد بیان کی جاتی ہے۔ انٹرسیکس یا ہرمافروڈائٹ، پیدائشی نقص کی بنا پر۔) مگر آج تنوع تلاش کرتے بے شناخت بے جہت مغرب نے 12 اقسام کے جوڑے بنا دیے۔ پیدائشی صنف سے بے زار صنفی اظہار، خللِ دماغی ان کا فخر ہے۔

قطر فٹ بال ورلڈ کپ مسلم دنیا اور عرب ملک میں کھیلا جانا نرالا تجربہ ثابت ہوا۔ قطر نے دنیا کو حیران اور مغربی چودھریوں کو بے انتہا پریشان، حواس باختہ کر دیا۔ مغربی ہولناک تہذیبی بدعات (جنہیں وہ اپنا عظیم سرمایہ سمجھتے تھے۔) یوں قطر میں منہ کی کھائیں گی، انہیں تصور، گمان تک نہ تھا۔ ہر ورلڈ کپ کا طرۂ امتیاز منشیات، جوا، لاٹری، شراب، عریانی، بدکاری، فحش برملا مناظر، دیوانے مجمعے، عیش وطرب رہا۔ مگر یہاں منظر یکسر بدل گیا۔ مغرب کی ساری دکھتی رگیں چھیڑ دی گئیں۔ وہی سدومیے، بحر مرداریے، ٹرانس جینڈر یے جن کی چھچھوندر مغرب ہر حلق سے گزارنے کے درپے تھا، جس پر ہماری سیاسی جماعتوں نے ایکٹ بنا کر پاس کر دیا۔ اس اخلاقی تعفن پر مبنی فلم ریلیز فرمانے کو وزیراعظم نے اذن دے دیا۔ چیف جسٹس صاحب بھی ہمنوا رہے۔ ملاحظہ فرمائیے قطر نے ڈنکے کی چوٹ، ورلڈ کپ پر آنچ آنے کے خطرے اور مغرب کی دشنام وملامت سے بے خوف اعلان فرما دیا کہ قطر میں اس پر جیل، جرمانہ اور سزائے موت تک (حسبِ گناہ) لاگو ہو سکتی ہے۔

ان (مخبوط الحواس، شہوانی انتہاپسندوں، صنفی دہشت گردوں) کے لیے یہاں گنجائش نہیں۔ مغرب کی تیاری تھی کہ وہ قوس قزح کے نشان (سدومی علامت) والے بازوبند پہنیں گے۔ ڈنمارک، بلجیم سمیت 9 ممالک تیار بیٹھے تھے۔ ٹورنامنٹ کے 'سرکاری سفیر'، قطری سابق بین الاقوامی کھلاڑی خالد سلمان نے ہم جنس پرستی کو خللِ دماغ قرار دے دیا۔ (جرمن نشریاتی ادارے کو بیان دیتے ہوئے۔) Gay Rights کے نام پر وحشت زدہ، انتشارِ فکری کے مریض قطر میں بدتہذیبی کے جھنڈے گاڑنے سے 'محروم' کر دیے گئے۔ قطر ٹورنامنٹ کے خلاف یہیں سے مغرب کے شدید تنقیدی حملوں کا آغاز ہو گیا۔ انسانیت کی شرافت، حیا، تقدس، پاکیزگی، وقار کو داغدار، لہولہان کرنے والے سیخ پا ہو گئے۔

عذابِ دانش .... کہ جس کے ہر نکتۂ حکیمانہ میں پنہ گیر ہے حماقت! / عذابِ کثرت .... کہ آدمی ہے ہجوم کے درمیان تنہا؟ / کہیں مروت، نہ ہے محبت نہ آدمی کا سا کوئی رشتہ / نہ آدمی کا سا کوئی جذبہ نہ دل کو لگتے دو بول میٹھے / نہ پُرخلوص آنسوؤں کے قطرے! / دلوں کی دنیا اجڑ کر چکی ہے۔

قطر ورلڈ کپ نے دنیا کو اسلام کا تہذیبی حسن، اقدار وروایات دکھانے کا اہتمام کیا۔ شراب کے بغیر عالمی کھیلوں کا تصور بھی محال تھا۔ لباس میں حیا کا قرینہ لازم کیا، سٹیڈیم اور اس کے گردونواح میں شراب کی بندش لاگو تھی۔ مغربی تہذیب کے ان تین لوازم کی ممانعت نے ان ممالک میں (ان کہی) غم وغصے کی لہر دوڑا دی۔ سو بڑے نشریاتی اداروں نے بہانے بہانے خوب خبثِ باطن نکالا۔ افتتاحی تقریب جس کے لیے شائقین بے قرار بیٹھے تھے، بی بی سی نے نہیں دکھائی۔ رپورٹنگ اور بروقت آگاہی کے بجائے وہ منہ پھلائے بیٹھا رہا۔ اگرچہ سب سے زیادہ ٹکٹ یورپی ممالک نے خریدے مگر قطری پالیسی کے غیر متوقع اعلان پر وہ بگڑ بیٹھے۔ فرنچ شہروں بشمول پیرس اعلان کیا گیا کہ وہ بڑی سکرینوں پر میچ نہیں دکھائیں گے۔

قطر پر تنقید کی بوچھاڑ کو عرب دنیا میں حیرت اور دکھ سے دیکھا گیا۔ یہ تکبر اور نسلی امتیاز تھا۔ دوحہ سے ایک فرانسیسی اینکر سے لائیو پروگرام میں یہ پوچھا گیا کہ آخر آپ کو کن مسائل کا سامنا ہے؟ تو اس کے پاس کوئی مناسب جواب نہ تھا ماسوا یہ کہ دوحہ میں مساجد بہت ہیں! سٹیڈیم کے شاندار، جدید ترین، مبہوت کن مناظر چھوڑ کر نیویارک ٹائمز کے رپورٹر نے 60 ہزار افراد کی وسعت والا جگمگاتا منظر چھوڑ کر یہ ٹویٹ کیا: 12 سال بعد چند گھنٹوں میں ورلڈ کپ شروع ہو رہا ہے۔ یہ بھی بڑا کمال ہے کہ یہاں ہو رہا ہے جبکہ البیت ورلڈ کپ سٹیڈیم میلوں تک پھیلے ملبے اور ریت میں واحد بلڈنگ ہے۔' قطر کی باکمال ترقی اور جدید ترین شہر فلمانے، سنانے، دکھانے کی نسبت اندر تک جلے بھنے کو یہ واحد تبصرہ ملا!

مغربی میڈیا قطر کو وحشی، غیر متمدن ملک دکھانا چاہتا تھا۔ اسلام کا تہذیبی جمال اور اس پر فخر واعتماد (جسے مغرب

نے دنیا سے ہمیشہ چھپا کر بدترین رنگ اجاگر کیے۔) پورے ورلڈکپ میں جابجا نمایاں ہے۔اس ایونٹ کا افتتاح امیر قطر نے اپنے باپ کا ہاتھ چوم کر کیا۔ یہ ایمانی تمدن کی تہذیب ہے۔مغرب اپنے باپ کا نام تک نہیں جانتا، ہاتھ چومنے کی لگژری (عیاشی) ان کا مقدر کہاں!

تماشائیوں کو گرویدہ کر دینے والی سحر آمیز چیز تلاوتِ قرآن تھی جسے دنیا کے بہت سے لوگوں نے شاید پہلی مرتبہ یوں سنا ہو۔(فرانس کا ایک بڑا موسیقار صرف تلاوت سن کر ایمان لے آیا تھا۔) سورۃ الحجرات آیت 13 اپنی آفاقیت کے ساتھ اسلامی اقدار کا حسن بیان کر رہی تھی۔'لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔'

عزت وذلت کے عالمی پیمانے چکنا چور کر کے سیرت وکردار کی پاکیزگی اور عظمت کا حقیقی معیار سامنے لا رکھا۔افتتاحی تقریب پر چھایا رہنے والا نمایاں کردار ایک 20 سالہ معذور قطری نوجوان غانم مفتاح کا تھا جس کا پورا نچلا دھڑ ایک بیماری کی وجہ سے تھا ہی نہیں۔تقریب میں ہر جگہ موجود نظر آیا۔تلاوت بھی اسی نے کی۔تقریب میں (ماڈل گرلز یا حسیناؤں کی نسبت) ہالی ووڈ کا آسکر ایوارڈ یافتہ امریکی اداکار مورگن فری مین کا انتخاب بھی خوب رہا اسلامی تہذیب کے لیے سراپا احترام بڑی عمر کا یہ شخص۔ تلاوت پر اس کا تبصرہ یہ تھا کہ: 'میں نے بہت ہی خوبصورت چیز سنی ہے جو صرف غنایت نہیں، ایک پکار تھی، اس تقریب کی طرف مدعو کرتی۔' (امریکی سیاہ فام ہونے کی بنا پر اس آیت کی معنویت یقیناً بہت بڑھ جاتی ہے اس کے لیے!) جستجوئے حق اس شخص میں نمایاں ہے۔

بعض ہوٹلوں کا یہ اہتمام تھا کہ آنے والوں کو اسلامی تعلیمات کے لیے خصوصی رہنمائی فراہم کرتے ہیں اگر وہ چاہیں۔(ہم اپنی اسلامی تہذیب پر شرمسار رہتے ہیں اور گوروں سے بڑھ کر'ترقی پسند'بن کر دکھاتے ہیں!) یہ اسوۂ فاروقیؓ ہے۔روم ایران کی فتوحات، (جو اپنی وقت کی امریکا جیسی سپر پاورز تھیں) کے بعد کہیں ادنیٰ ترین مرعوبیت محسوس کی تو یاد دلایا: 'اللہ نے ہمیں اسلام کے ذریعے عزت عطا کی۔اگر ہم اسلام کے سوا کہیں اور عزت تلاش کریں گے، اللہ ہمیں ذلیل کر دے گا۔'

❁❁❁

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(24 تا 30 نومبر 2022ء)

جمعرات (24 نومبر) کو مرکزی عاملہ کے اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔

جمعہ (25 نومبر) کو قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی کی مسجد میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ بعد ازاں معمول کی ریکارڈنگ کروائی۔

پیر (28 نومبر) کی صبح علم فاؤنڈیشن کے تحت قرآنی نصاب کے حوالے سے پروگرام میں شرکت کے لیے اسلام آباد ائیر پورٹ پہنچے اور وہاں سے ہری پور جانا ہوا۔

منگل (29 نومبر) کی صبح مانسہرہ جانا ہوا۔ وہاں ایک سکول میں نصاب قرآنی کے حوالے سے منعقدہ پروگرام میں شرکت کی۔انہوں نے بتایا کہ یہ بات خوش آئند ہے کہ حکومتی سطح پر قرآن مجید کو تعلیمی نصاب میں شامل کیا جا رہا ہے نیز پنجاب اور کے پی کے میں بورڈ کے امتحانات کا حصہ بنایا جا رہا ہے۔مزید براں بالاکوٹ بھی جانا ہوا۔ واپسی پر حویلیاں میں نصاب قرآنی کے حوالے سے ایک میٹنگ میں شرکت کی۔رات کو کراچی واپسی ہوئی۔

بدھ (30 نومبر) کو مفتی تقی عثمانی صاحب کی طرف سے کراچی میں منعقدہ ''حرمت سود سیمینار'' میں شرکت اور مختصر خطاب کیا۔

قائم مقام نائب امیر سے تنظیمی امور کے حوالے سے آن لائن رابطہ رہا۔

تنظیم اسلامی کا پیغام | خلافتِ راشدہ کا نظام

بانی تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمدؒ | امیر تنظیم: شجاع الدین شیخ

سیمینار

پاکستان کی بقا اور استحکام کا راز: نظریۂ پاکستان کی عملی تعبیر!

سیمینار کو براہ راست دیکھنے کے لیے

Live Link: https://www.youtube.com/tanzeemorg

زیرِ صدارت

شجاع الدین شیخ صاحب (امیر تنظیم اسلامی)

ان شاء اللہ

16 دسمبر 2022

بروز جمعۃ المبارک 7:30 بجے شب

مقررین

- ڈاکٹر محمد حماد لکھوی صاحب (ڈین فیکلٹی آف اسلامک سٹڈیز پنجاب یونیورسٹی لاہور)
- ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب (سینئر رہنما تنظیم اسلامی)
- ایوب بیگ مرزا صاحب (مرکزی ناظم نشرواشاعت تنظیم اسلامی)

قرآن آڈیٹوریم

191 اتاترک بلاک

نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

خواتین کی باپردہ شرکت کا اہتمام ہے

تنظیم اسلامی
www.tanzeem.org

دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی، 23 کلومیٹر، ملتان روڈ، چوہنگ لاہور
فون (042) 35473375-78
Email markaz@tanzeem.org
www.tanzeem.org

Changing Patterns of Warfare

Over the centuries, human beings claim to have made progress and become more civilized. Now they are able to kill people by the millions. Most of those killed have caused no harm to the aggressors. In most instances, the victims neither knew or met who they were but were killed anyway because of hubris and the murderous instincts of aggressors. Their victims were and are euphemistically referred to as 'collateral damage'.

Without delving too deep into history, this century itself provides enough data and information about the changing patterns of war. In 2001, the US launched what it called the 'war on terror'. It assembled a vast array of countries dubbed a coalition of the willing (in reality a coalition of the coerced).

Using the pretext of avenging the attacks of 911, the US launched a vicious war on dirt-poor Afghans. The Taliban were quickly dislodged from Kabul. Perhaps, this 'victory' went to its head. It was too easy with relatively few American casualties.

Instead of pulling out of Afghanistan having taken revenge—from the wrong people, one must add—the Americans decided to continue the war. It lasted nearly 20 years and cost more than $2.26 trillion. At the end of August 2021 when the Americans fled Kabul with tail between their legs, the Taliban were back in power. So, what precisely did they achieve in 20 years of bloodletting, countless Afghan deaths and having wasted $2.26 trillion?

Having tasted blood in Afghanistan, the Americans attacked Iraq in March 2003 on the false pretext of "Weapons of Mass Destruction". This was supposed to be another cakewalk. True, massive firepower can quickly defeat weaker armies lacking sophisticated weapons but as the war grinds on, resistance groups emerge. This is what happened in both Afghanistan and Iraq.

Despite spending more than $14 trillion in the two wars, the self-proclaimed superpower was exposed as a giant with feet of clay. Asymmetric warfare quickly replaced conventional fighting even though there was no bar on cruelty inflicted on innocent people. The world learnt of such torture chambers as Bagram (Afghanistan), Abu Ghraib (Iraq) and the still-running Guantanamo Bay (the illegally-occupied island of Cuba).

After 20 years of fighting and getting a bloody nose in two locales, the Americans appear to have realized that direct warfare, referred to as boots on the ground, is not practical. Determined groups cannot be defeated with weapons. Since then, the US has used local proxies to do its dirty work. This has been witnessed in Syria and Iraq, for instance.

A number of other aggressors, however, continue to repeat these follies. Take the case of France that has troops in a number of African countries.Russia appears to be repeating the same mistake in Ukraine although it must be admitted that the US-NATO combine left it with little choice. The US has now admitted that its military advisors and intelligence operatives are present in Ukraine.

Will China be goaded into attacking Taiwan? Chinese history does not support such approach but the Americans may make the mistake of pushing the Chinese too far. Again, it would be a proxy US war using the Taiwanese against China instead of American boots on the ground.

This brings us the question of how wars would be waged in the future. It appears that gradually the old-style method of slugging it out in the trenches will become outdated. Instead, armies will use different methods to fight. Among these will be the use of drones, missiles and of course, cyber warfare.

When we consider these methods, it points to the fact that the field will also again become more level. Smaller players will have a better chance of facing off larger enemies. This is of course based on the assumption that the aggressor does not want to occupy the territory

Chinese history does not support such approach but the Americans may make the mistake of pushing the Chinese too far. Again, it would be a proxy US war using the Taiwanese against China instead of American boots on the ground.
This brings us the question of how wars would be waged in the future. It appears that gradually the old-style method of slugging it out in the trenches will become outdated. Instead, armies will use different methods to fight. Among these will be the use of drones, missiles and of course, cyber warfare.
When we consider these methods, it points to the fact that the field will also again become more level. Smaller players will have a better chance of facing off larger enemies. This is of course based on the assumption that the aggressor does not want to occupy the territory of a targeted country. This may not always be the case if the targeted country has resources that the aggressor covets.
Two other points need to be made. In areas where alien occupiers are operating—the Zionists in occupied Palestine, for instance—old-style fighting may still continue. Second, in the unlikely event of a nuclear war, the world as we know it today would be wiped out. Those that survive may be pushed back to the days when the less-civilized humans fought with sticks and stones.

Source: *An article by Zafar Bangash; https://crescent.icit-digital.org/articles/changing-patterns-of-warfare*

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

کارروائی متبادل سالانہ اجتماع بمقام قرآن اکیڈمی ڈیفنس

قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں 19 تا 20 نومبر 2022ء بروز ہفتہ و اتوار متبادل سالانہ اجتماع کا انعقاد ہوا۔ اجتماع میں حلقہ کراچی جنوبی اور حلقہ کراچی وسطی کے رفقاء نے شرکت کی۔ اجتماع کی میزبانی کی سعادت حلقہ کراچی جنوبی نے حاصل کی۔ امیر حلقہ کراچی جنوبی نے مشاورت کے بعد محترم ذیشان طاہر کو ناظم اجتماع مقرر کیا۔ موصوف کو ڈیفنس اکیڈمی میں دورۂ ترجمہ قرآن کے بڑے پروگرامات کی نظامت کرنے کا وسیع تجربہ حاصل رہا ہے۔ انتظامات کی بطریق احسن انجام دہی کے لیے 20 شعبہ جات قائم کیے گئے اور ہر شعبہ کا ایک ناظم مقرر کیا گیا جو مقامی امراء اور ذمہ داران میں سے تھے۔ اجتماع میں رفقاء کی بروقت اور بھرپور توجہ کے لیے 30 نکات پر مبنی خصوصی ہدایات قبل از اجتماع تمام رفقاء کو ارسال کر دی گئیں جس کا شرکاء نے بھرپور اہتمام کیا۔ رفقاء کو اجتماعی طور پر کم سے کم سامان کے ساتھ پرائیویٹ سواری میں آنے کی تلقین کی گئی تاکہ پارکنگ کم سے کم گاڑیوں کی کرنی پڑے۔ پوری اکیڈمی کو چپل فری زون قرار دیا گیا۔ اور صفائی کا خصوصی اہتمام کیا گیا۔ رفقاء جمعہ 18 نومبر کی شام سے ہی اجتماع گاہ میں آنا شروع ہو گئے تھے مرکز سے موصولہ تعارفی کارڈز تمام امراء کو ان کے رفقاء کے لیے ارسال کر دیئے گئے تھے۔ پارکنگ، سکیورٹی اور استقبالیہ کو جمعہ کی عصر سے ہی فعال کر دیا گیا تھا۔ استقبالیہ پر ہی اجتماع میں شرکت کرنے والے رفقاء کو ضروری ہدایات، اجتماع کے شیڈول سے آگاہ کیا گیا۔ مسجد ہال کو اجتماع گاہ کا پنڈال قرار دیا گیا، مسجد محراب کے سامنے ہی مقررین کے لیے ایک روسٹرم رکھا گیا اور ایک ٹیبل کرسی صدر مجلس جناب محمد فیصل منصوری کے لیے رکھی گئی۔ موصوف نے پوری پابندی کے ساتھ اول سے آخر تک اجتماع کی صدارت فرمائی اور اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔ مسجد کا ساونڈ سسٹم ہی پورے پروگرام کے دوران استعمال کیا گیا، مسجد ہال میں پہلے سے نصب دو ملٹی میڈیا اسکرین پر مدرسین اور مرکز سے آن لائن پروگرامات کو بڑی اسکرینز پر دکھایا گیا۔ پنڈال بھر جانے کے سبب مسجد کے صحن میں بھی دو سال پیشتر سے لگی SMD اسکرین پر پروگرامات دکھانے کا اہتمام کیا گیا۔ اجتماع گاہ و رہائش کا تفصیلی بڑا نقشہ شرکاء کی رہنمائی کے لیے استقبالیہ کے سامنے آویزاں کیا گیا۔ الحمدللہ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آیا۔

سالانہ اجتماع کا پروگرام اپنے وقت پر شروع ہوا اور تمام پروگرامات شیڈول کے مطابق ہوئے۔ اسٹیج سکیریٹری کے فرائض جناب ڈاکٹر انوار علی اور جناب عامر خان نے ادا فرمائے۔ تمام مدرسین نے اپنے موضوعات کا حق بھرپور تیاری کے ساتھ ادا کیا اور اپنے مقرر وقت کے اندر موضوع کو مکمل کیا۔ ہفتہ کی رات ''زمانہ گواہ ہے'' پروگرام کا 15 سے 20 منٹ کا حصہ رہ گیا تھا وہ اتوار کو صبح فجر کے درس کے بعد دکھایا گیا۔ اسی طرح اتوار کو صبح 9 بجے کے پروگرام ''رفیق تنظیم اور مروجہ مذہبی وسیاسی تنگ نظری'' جو محترم راشد حسین کے ذمہ تھا۔ انہوں نے اپنے بچے کی علالت کی وجہ سے ایک دن پیشتر معذرت کی تھی۔ اس پروگرام کو محترم ڈاکٹر انوار علی نے کنڈکٹ کیا۔ اجتماع کے دوران وقفوں میں مکتبہ لگایا گیا۔ انجمن کی کتب پر 50% ڈسکاونٹ دیا گیا۔

امیر محترم حفظہ اللہ کے ''افتتاحی کلمات'' اور ''اختتامی خطاب'' نیز ''پیغام ناظمہ عالیہ'' بزبان جناب ڈاکٹر عارف رشید صاحب براہ راست آن لائن اسکرین پر رفقاء کو دکھایا گیا۔ سالانہ اجتماع کا اختتام بخیر وخوبی محض اللہ کے فضل وکرم سے امیر محترم حفظہ اللہ کی آن لائن دعا سے ہوا۔ اکثر رفقاء پر دعا کے دوران رقت تاری تھی اور ایک نئے عزم کے اثرات چہروں سے عیاں تھے۔ رفقاء نے اجتماع کو بہت پسند کیا اور انتظامات کی تعریف کی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے امراء کی عمر، علم وعمل واخلاص میں برکت عطا فرمائے، جن رفقاء نے اجتماع کے انعقاد کے لیے محنت اور کوشش کی ہے انہیں اس کا بہترین اجر عطا فرمائے، اور اس اجتماع کو ہم سب کے ایمان کی تازگی اور فعالیت میں اضافہ کا سبب بنائے اور توشۂ آخرت بنائے۔
آمین یا رب العالمین!

دعائے مغفرت

انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ حلقہ کراچی وسطی، قرآن مرکز جوہر کے رفیق محترم اسد محمود کے والد وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0316-2268938

☆ ملتان غربی کے رفیق ڈاکٹر ساجد اقبال کی ایک سالہ بیٹی بقضائے الٰہی وفات پا گئی۔
برائے تعزیت: 0302-7439959

☆ حلقہ پنجاب جنوبی، اسرہ تونسہ شریف کے نقیب محترم رضا محمد گجر کی ہمشیرہ وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0333-6461909

☆ تنظیم اسلامی ملتان غربی کے رفیق محمد علی اظہر کے سسر وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0345-7263214

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

Vol. 31 Regd. C.P.L NO. 114 No.48

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore